ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

12 فروری 2003ء - 10 ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

5 فروری: یوم یکجہتی کشمیر لیکن...... (تجزیہ)
صیہونی عزائم اور عالم اسلام (منبر و محراب)
اسلام میں چہرے کا پردہ (دین و دانش)

www.tanzeem.org

جلد 12 شمارہ 6

روحِ قربانی

ہر چیز کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن۔ نماز کا ایک ظاہر ہے ــــ قیام، رکوع، سجود اور قعدہ۔ انہیں آپ نماز کا خول اور ڈھانچہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کا ایک باطن بھی ہے ــــ توجہ، رجوع الی اللہ، خشوع و خضوع، بارگاہ رب میں حضوری کا شعور و ادراک، محبت الٰہی ــــ نماز کی اصل تو یہ چیزیں ہیں۔ اس کی روح اور جان تو یہی ہیں۔

شوق اگر نہ ہو ترا میری نماز کا امام! میرا سجود بھی حجاب میرا قیام بھی حجاب

اسی طرح جان لیجئے کہ جانور کو ذبح کرنا اور قربانی دینا ایک ظاہری عمل ہے۔ یہ ایک خول ہے۔ اس کا بھی ایک باطن ہے اور وہ ''تقویٰ'' ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم نے قربانی کے حکم کے ساتھ متنبہ کر دیا کہ:

''اللہ تک نہیں پہنچتا ان قربانیوں کا گوشت اور ان کا خون ــــ ہاں اس تک رسائی ہے تمہارے تقویٰ کی۔'' (الحج)

اگر تقویٰ اور روحِ تقویٰ موجود نہیں، اگر یہ ارادہ اور عزم نہیں ہے کہ ہم اللہ کے دین کے لئے اپنی مالی و جانی قربانی کے لئے تیار ہیں تو اللہ کے یہاں کچھ بھی نہیں پہنچے گا۔ یعنی ہمارے نامۂ اعمال میں کسی اجر و ثواب کا اندراج نہیں ہوگا۔ کچھ گوشت ہم کھالیں گے۔ اس کا کچھ حصہ دوست احباب کو بھیج دیں گے۔ کچھ غرباء میں تقسیم کر دیں گے۔ کھالیں بھی کوئی جماعت یا دارالعلوم والے لے جائیں گے۔ لیکن اللہ تک کچھ نہیں پہنچے گا اگر وہ روح موجود نہیں ہے ــــ وہ روح کیا ہے؟ وہ تو اللہ کی طرف سے ڈالے گئے امتحان، آزمائش اور ابتلا میں استقامت اور کامیابی کا وہ تسلسل ہے جن سے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری زندگی عبارت ہے۔

ہمارے لئے لمحہ فکریہ یہ ہے کہ ہم اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور جائزہ لیں کہ کیا واقعتاً ہم اللہ کی راہ میں اپنے جذبات و احساسات کی قربانی دے سکتے ہیں! کیا واقعتاً ہم اپنی محبوب ترین اشیاء اللہ کی راہ میں قربان کر سکتے ہیں! کیا واقعتاً ہم اللہ کے دین کی خاطر اپنے وقت کا ایثار اور اپنے ذاتی مفادات کی قربانی دے سکتے ہیں! اپنے دنیوی تعلقات، اپنے رشتے اور اپنی محبتیں اللہ اور اُس کے دین کی خاطر قربان کر سکتے ہیں! اگر ہم یہ سب کر سکتے ہیں تو عیدالاضحیٰ کے موقع پر یہ قربانی بڑی مبارک ہے ــــ لیکن اگر ہم اللہ کے دین کے لئے کوئی ایثار کرنے اور قربانی دینے کے لئے تیار نہیں تو جانوروں کی یہ قربانی محض ایک خول اور ڈھانچہ ہے۔ جو روح سے تہی ہے۔

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی فلسفہ رہ گیا تلقینِ غزالی نہ رہی

(محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب ''عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی'' سے اقتباس)

سورۃ البقرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ۚ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ اِذَا عٰھَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ۝﴾ (آیت: ۱۷۷)

’’نیکی (بس یہی) نہیں کہ (نماز میں) پھیر لو اپنے رخ مشرق اور مغرب کی طرف بلکہ نیکی (کا کمال) تو یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور سب نبیوں پر اور اپنا مال دے اللہ کی محبت کے باعث (یا مال باوجود عزیز رکھنے کے) رشتہ داروں یتیموں، مسکینوں، مانگنے والوں کو اور (خرچ کرے) غلام آزاد کرنے میں اور صحیح صحیح ادا کیا کرے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ اور جو پورا کرنے والے ہیں اپنے وعدوں کو جب کسی سے وعدہ کرتے ہیں اور کمال نیک ہیں وہ جو صبر کرتے ہیں مصیبت میں اور سختی میں اور جہاد کے وقت۔ یہی لوگ راست باز ہیں اور یہی لوگ حقیقی متقی ہیں‘‘۔

اس آیت میں اس بات پر بحث ہے کہ اصل نیکی کیا ہے۔ نیکی کی شرط اول تو ایمان ہے یعنی اللہ پر ایمان، یوم آخرت، فرشتوں، کتابوں اور انبیاء پر ایمان۔ دوسری شرط اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا ہے۔ مال ہر ایک کو محبوب ہوتا ہے لہٰذا مال کی محبت کے باوجود اپنا مال ناداروں، ضرورت مند رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں کو دینا، کسی غلام کو آزادی دلوانا، یا ایسا کوئی شخص جو بری طرح قرض کے اندر جکڑا گیا ہے اسے کوئی اکٹھی رقم دے کر قرض سے نجات دلوانا تا کہ وہ پھر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔ یوں اپنا مال بنی نوع انسان کی ہمدردی اور خدمت خلق میں خرچ کرنا نیکی کی دوسری شرط ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے۔ نماز کی اہمیت تو قرآن میں کثرت کے ساتھ ذکر ہوئی اور رسول اکرم ﷺ نے اپنے قول و عمل سے اس کو واضح کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی یہاں پر زکوٰۃ کی ادائیگی کا ذکر ہے حالانکہ اوپر مال کے خرچ کا ذکر تو ہو چکا۔ دراصل یہاں زکوٰۃ کا حکم اس لئے الگ سے دیا گیا کہ زکوٰۃ تو اللہ کا حق ہے وہ دینا ہی دینا ہے جبکہ خدمت خلق پر خرچ کرنا اضافی ہے۔ یہاں اسے زکوٰۃ پر اس لئے مقدم کیا گیا تا کہ اضافی مال خرچ کرنے کی اہمیت ظاہر ہو سکے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ یہ نہ سمجھنا کہ زکوٰۃ دے دی ہے تو مال کا سارا حق ادا ہو گیا یقیناً تمہارے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے اور پھر آپؐ نے یہی آیت پڑھی۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ نیک لوگ تو وہ ہیں جو اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہیں جب کہ وہ کہیں عہد کر لیں۔ اس دنیا میں ہمارے سارے معاملات Contract پر چلتے ہیں۔ ہر جگہ کوئی نہ کوئی معاہدہ ہے۔ نکاح بھی ایک سماجی معاہدہ Social Contract ہے۔ آجر اور اجیر کے درمیان بھی ایک معاہدہ ہوتا ہے۔ ملک کا کوئی صدر بنتا ہے تو وہ حلف کی صورت میں عہد کرتا ہے۔ جو شخص سرکاری ملازم بنتا ہے تو وہ بھی حکومت یا ادارے سے معاہدہ کرتا ہے جسے پورا کرنا فریقین پر لازم ہے۔ گویا تمام انسانی معاملات میں عہد کی پابندی کر لی جائے تو تمام کام درست ہو جائیں۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ نیکی یہ نہیں کہ خانقاہوں میں چھپ کر زمانے سے کٹ کر گزر اوقات کر لی جائے۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ باطل کے مقابلہ میں ڈٹ کر کھڑا ہوا جائے۔ میدان میں نکل کر برائی کو مٹانے کے لئے جدوجہد کی جائے۔ فقر و فاقہ کی حالت میں صبر اور تکلیف اور جنگ کے وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ ہو۔ یہ جنگ دراصل اللہ کے دین کی سربلندی، دنیا سے ظلم و زیادتی کے خاتمے اور نظام عدل و قسط کے قیام کے لئے ہے۔ لہٰذا اس کشمکش میں صبر کرنا نیکی کا سب سے اونچا مقام یعنی چھٹی شرط ہے۔ جو یہ شرائط پوری کر لیں تو فرمایا ایسے لوگ ہی حقیقتاً سچے راست باز اور متقی ہیں۔ ہمارے ہاں یہ عام ہے کہ کسی نے داڑھی رکھ لی، لباس شرعی پہن لیا۔ وضع قطع خاص بنا لی تو بس یہ شخص متقی بن گیا۔ جبکہ حقیقتاً متقی تو وہ ہے جس کا کردار مذکورہ بالا شرائط پر پورا اترے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ کردار اپنانے کی توفیق دے۔ (آمین)

☆☆☆

آزمائش سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ینزل البلاء بالمومن والمومنۃ فی نفسہ وولدہ ومالہ حتی یلقی اللہ تعالیٰ وما علیۃ خطیئۃ (رواہ الترمذی)

’’حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن مرد اور مومنہ عورت کی جان، مال اور اولاد میں آزمائش آتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے تو اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہوتا‘‘۔

یہ دنیا کے اسباب اور رشتے ناطے تو ہیں ہی آزمائش کے لئے۔ اصل میں ہر انسان کی اپنی انفرادی حیثیت ہے اور اسے اس حیثیت میں جوابدہی کرنا ہے۔ اگر ان آزمائش میں مصائب پر مومن مرد و عورت صبر اختیار کرتا ہے اور مایوسی ظاہر نہیں کرتا یا جزع فزع نہیں کرتا تو گویا یہ اس کے ایمان کا ظہور ہے اور ان مصائب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرماتا رہتا ہے تا کہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے۔

08 FE

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 12 شمارہ 6

6 تا 12 فروری 2003ء

(۴ تا ۱۰ ذی الحج ۱۴۲۳ھ)

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

ادارۂ تحریر: سید قاسم محمود' مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان' محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد مختار' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور

فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110

E-Mail:markaz@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک……250 روپے

بیرون پاکستان

☆ یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ

……1500 روپے

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ

……2200 روپے

اداریہ — بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود!

امتِ مسلمہ پر عذاب الٰہی کے سائے گہرے ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں شامل عرب ممالک خوفناک تباہی کے دہانے تک پہنچ چکے ہیں۔ پاکستان کی سرزمین پر ایف بی آئی کی عملداری فوجی غیرت و حمیت کے منہ پر طمانچوں کی طرح برس رہی ہے۔ ''بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی'' کا اعتراف اقتدار کے اعلیٰ ترین ایوان سے ان الفاظ میں برملا کیا جانے لگا ہے کہ ''کوشش کریں گے کہ عراق کے بعد پاکستان کی باری نہ آئے''۔ لیکن زندہ دلان لاہور کی ''زندہ دلی'' ملاحظہ ہو کہ وہ ان مہیب اور حوصلہ شکن حالات میں بھی ''بسنت کا جشن'' پچھلے سالوں کے مقابلے میں بڑھ چڑھ کر' ایک دن کے بجائے مسلسل تین دن تک منانے کا عزم و ارادہ رکھتے ہیں اور جشن بھی اس انداز کا کہ رب العالمین کے جوشِ غضب سے دھرتی تھرتھرانے اور آسمان کپکپانے لگیں۔ ع
حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں!!

قرآن حکیم کی ابدی ہدایت کو اگر سامنے رکھا جائے تو یہ صورتِ حال ایک نہایت عبرتناک انجام کی تمہید ہے ___ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 16 میں صاف فرما دیا گیا کہ:

''جب ہم کسی بستی کو (اس کے مکینوں سمیت) ہلاک و برباد کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اس (بستی) کے خوشحال طبقے کو حکم دیتے (کھلی چھٹی دے دیتے) ہیں اور وہ اس بستی میں گناہوں اور نافرمانیوں کا بازار گرم کر دیتے ہیں' تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہو جاتا ہے اور ہم اس بستی کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔''

مملکت خداداد پاکستان میں اسلامی تعلیمات' اسلامی اقدار اور احکام شریعت کی دھجیاں جس طرح سرکاری سطح پر پوری ڈھٹائی کے ساتھ شہر لاہور میں بسنت کے موقع پر بکھیری جاتی ہیں وہ بلاشبہ عذاب الٰہی کو دعوت دینے سے کم نہیں!

اس حوالے سے تنظیم اسلامی نے الدین النصیحہ کے جذبہ کے ساتھ ''نہی عن المنکر'' کے دینی فریضے کے تحت قوم کو اور بالخصوص اہل لاہور کو متوجہ کرنے کے لئے جو اشتہار اخبار کو ارسال کیا ہے اسے ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے:

جشن بہاراں یا لمحاتِ غم!

اسلام میں اصل تہوار تو دو (عیدین کے) ہی ہیں۔ تاہم علاقائی تہوار بھی مباح ہیں' اگر وہ شریعت کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے منائے جائیں' یعنی ایسے مواقع پر مخلوط محافل' عریانی و فحاشی' ہلڑ بازی اور موسیقی سے اجتناب کیا جائے

تاہم!

ایسے موقع پر جشن بہاراں کے نام سے رنگارنگ تقریبات کا انعقاد اور سرکاری سرپرستی میں بسنت منانا اور اس پر کروڑوں روپے خرچ کرنا جبکہ وطن عزیز میں کروڑوں افراد بنیادی ضرورتوں سے محروم ہوں' پوری امت مسلمہ سخت ترین حالات سے گزر رہی ہو۔ کشمیر' فلسطین' افغانستان میں بے گناہ مسلمان ظلم وستم کا نشانہ بن رہے ہوں اور اب عراق پر آگ و آہن برسانے کی تیاریاں کی جا رہی ہوں' پاکستان کی داخلی خودمختاری امریکہ کے ہاتھ گروی رکھی جا چکی ہو اور امریکہ' اسرائیل اور بھارت پر مشتمل شیطانی مثلث پاکستان کے وجود کو مٹانے کے درپے ہو' جشن و تفریح کی ایسی محافل ہماری بے حسی' کٹھوردلی' بے حمیتی اور بے غیرتی کا مظہر ہیں۔ خدارا اب بھی باز آ جائیں اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت نہ دیں۔ ایسا نہ ہو کہ آئندہ نسلیں ان ایام کو سوگ کے دن قرار دینے پر مجبور ہو جائیں!

منجانب شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان فون 6316638

صہیونی عزائم اور عالم اسلام

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 31 جنوری 2003ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

گزشتہ خطاب جمعہ میں یہ بات سامنے آئی تھی کہ سوویت یونین کے بکھر جانے کے بعد امریکہ اپنا سودی معیشت پر مبنی سرمایہ دارانہ' سیکولر جمہوری نظام ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے نام سے دنیا میں نافذ کرنا چاہتا ہے۔ امریکہ کے اس نظام کا سیاسی' معاشی اور معاشرتی سطح پر اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ ہر سطح پر اسلامی تعلیمات کے منافی اور ابلیسیت کا مظہر ہے۔ چونکہ امریکہ اس امر سے بخوبی آگاہ ہے کہ دنیا میں اس کے نظام کے نفاذ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ اسلام ہے لہٰذا وہ اُس اسلام کو تو قبول کرنے کے لئے تیار ہے جو نظام کی بات نہ کرے بلکہ صرف نماز روزہ تک محدود رہے۔ لیکن اس اسلام کو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا جو نظام کی تبدیلی یا دین حق کے نفاذ کا علمبردار ہو۔ قوت اور ٹیکنالوجی میں اوج ثریا پر ہونے کے باوجود یہ امر واقعہ ہے کہ امریکہ اس وقت بدترین معاشی بحران سے دوچار ہے۔ لہٰذا اس کا ایک مخفی ایجنڈا (جواب مخفی نہیں رہا) یہ ہے کہ معدنی تیل جو کہ دور حاضر کی سب سے بڑی دولت ہے اس پر قبضہ کر لیا جائے۔ بدقسمتی یا پھر خوش قسمتی سے یہ دولت سب سے زیادہ اسلامی ممالک میں ہے۔ اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ پوری دنیا میں تیل کا 11 فیصد صرف عراق میں ہے۔ پھر کویت' سعودی عرب اور دیگر مسلم ممالک ہیں۔ اسی طرح افغانستان پر امریکی حملے کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ افغانستان اور وسط ایشیائی ریاستوں میں دیگر معدنیات اور تیل کے وافر ذخائر موجود ہیں جنہیں وہ افغانستان میں بیٹھ کر کنٹرول کر سکتا ہے۔ جبکہ اس حملے کا دوسرا محرک یہ تھا کہ افغانستان میں اسلامی حکومت بننے سے اسلام ازم کے پنپنے کا امکان تھا جو نیو ورلڈ آرڈر کی راہ میں رکاوٹ بن سکتا تھا' لہٰذا اس کو کچل دیا جائے۔ یہ تو عالمی حالات بالخصوص عالم اسلام کے معاملات کے حوالے سے امریکی عزائم کی پہلی یعنی ظاہری سطح ہے۔ جبکہ ان معاملات کی تہہ میں حقیقت یعنی دوسری سطح کچھ اور ہے۔ آج ہماری گفتگو کا اصل موضوع یہی دوسری سطح ہے۔

دوسری سطح:

دراصل جو کچھ اوپر بیان ہوا' اس کے ضمن میں حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ امریکہ نہیں کر رہا بلکہ اس کی رگِ جاں پنجہ یہود میں ہے جو آسیب کی طرح امریکی حکومت کے سر پر مسلط ہے۔ چنانچہ ان امریکی عزائم کے پس پردہ یہود کے اپنے کچھ عزائم ہیں۔ جن کی تکمیل کے لئے وہ امریکہ کو استعمال کر رہا ہے۔ دراصل یہود کا تقریباً 19 سو سال کا عرصہ ایسا گزرا ہے کہ ان کے لئے دنیا میں کوئی پناہ گاہ نہ تھی جسے وہ اپنا ڈایاسپورا کہتے ہیں۔ 70ء میں جب ٹائیٹس نامی رومن جنرل نے فلسطین پر حملہ کر کے لاکھوں یہودی قتل کئے اور باقی کو وہاں سے نکال کر ہیکل سلیمانی کی اینٹ سے اینٹ بجادی تو اس کے بعد وہ دنیا میں منتشر ہو گئے۔ 300ء میں جب رومن امپائر نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تو عیسائیوں نے یہودیوں سے اپنے عقائد کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب دینے کا انتقام لینا شروع کیا۔ اس وقت عیسائی ان کے سب سے بڑے دشمن تھے لیکن تقریباً پچھلے 200 سال میں انہوں نے بڑی منصوبہ بندی سے عیسائیت میں نقب لگائی اور پروٹسٹنٹ کے نام سے عیسائیت میں ایک نئے فرقے کو جنم دیا اور ان کے ذریعے اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کی راہ ہموار کی۔ مثلاً یہود اور کیتھولک عیسائیوں کے یہاں سود حرام تھا' لیکن پروٹیسٹنٹ نے اس کی اجازت دے دی جس کی وجہ سے انہوں نے یورپ میں قدم جمائے اور سود کا جال بچھا کر ان کی معیشت پر قابض ہوتے چلے گئے۔ اسی لئے اقبال نے لگ بھگ ایک سو سال قبل کہہ دیا تھا کہ ؎

فرنگ کی رگِ جاں پنجہ یہود میں ہے

امریکہ چونکہ امیگرینٹس کا ملک تھا اس لئے یہ وہاں بھی پہنچے اور انہوں نے وہاں ایسے قوانین بنوالئے جن سے انہیں وہاں پھلنے پھولنے کا موقع ملا اور انہوں نے وہاں کی معیشت کو بھی اپنے شکنجے میں کس کر ڈالر کو اپنے کنٹرول میں لے لیا۔ اب حالت یہ ہے کہ امریکہ کا صدر بھی اسرائیل اور یہودیوں کے مفادات کے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکتا۔

انجیل میں موجود قرب قیامت کی پیشن گوئیوں میں سے ایک یہ ہے کہ ایک بہت بڑا وحشی درندہ ہو گا جس کی پشت پر ایک فاحشہ عورت سوار ہو گی۔ چنانچہ اس وقت امریکہ کی مثال اس وحشی درندہ کی ہے جو ٹیکنالوجی اور جنگی قوت کے نشے میں چور ہے اور اس کی گردن پر یہودی سوار ہے جو اسے Direct کر رہے ہیں کہ کس طرف جانا ہے اور کسے پاؤں تلے روندنا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہود کا ایجنڈا کیا ہے؟ یہود کو معلوم ہے کہ تعداد تھوڑی ہونے کی وجہ سے وہ دنیا پر حکمرانی نہیں کر سکتے۔ اس لئے وہ دنیا کو معاشی شکنجے میں جکڑ کر اسے اپنی مرضی کے مطابق Control کرنا چاہتے ہیں۔ پوری دنیا کو اپنا معاشی غلام بنا کر انسانوں کی خون پسینے کی کمائی ہڑپ کرنا ان کا عمومی ایجنڈا ہے۔ چونکہ ان کے ذہن میں یہ خناس ہے کہ انبیاء کی اولاد ہونے کے ناطے وہ عام انسانوں کے مقابلے میں ایک درجہ بلند مخلوق ہیں۔ اسی لئے وہ غیر یہودی انسانوں کو Gentiles یا گوئیم کہتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ غیر یہودیوں کے بارے میں ہم پر کوئی الزام نہیں ہے' ہم جس طرح چاہیں ان کا استحصال کرتے ہوئے انہیں جانوروں کی طرح استعمال کریں۔ چنانچہ ان میں آج بھی آپس میں سودی لین دین حرام ہے لیکن غیر یہودی کو سود کے شکنجے میں جکڑ کر اس کے خون پسینے کی کمائی نچوڑنا وہ جائز سمجھتے ہیں۔

19 ویں صدی کے اواخر میں انہوں نے دنیا کو غلام بنانے کے لئے اپنا ایک لائحہ عمل طے کیا اور ان مقاصد کے حصول کے لئے مکمل منصوبہ بندی کر کے آج وہ بڑی کامیابی کے ساتھ اپنے ہدف کی جانب گامزن ہیں۔ اس کے لئے انہوں نے دو طریقے اختیار کئے۔

i) سودی معیشت

ii) بے حیا' مادر پدر آزاد تہذیب کا فروغ

سود کا جال بچھا کر نہ صرف افراد کو بلکہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک وغیرہ کے ذریعے حکومتوں کو اپنے چنگل میں گرفتار کیا' اور پھر انسان کو واقعی حیوان بنانے کے لئے بے حیا تہذیب کو فروغ دیا گیا اور اس کے لئے میڈیا کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے فحش افسانے' ناول اور ڈرامے وغیرہ معاشرے میں عام کر دیئے گئے تا کہ نوع انسانی سے شرم و حیا کا لبادہ اتار کر اسے شرف انسانیت سے محروم کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کا عملی اظہار یہ ہے کہ مسلسل 5 دن انسانوں کو کولہو کے بیل کی طرح خوب کام لو اور پھر دو دن انہیں دیئے جائیں کہ وہ حیوانوں کی طرح عیش کریں۔

جدید Management Science کے اصول بھی اس مقصد کے حصول کے لئے بنائے گئے ہیں کہ کس طرح انسانی صلاحیتوں کو منافع کے حصول کے لئے زیادہ سے زیادہ بروئے کار لایا جاسکتا ہے۔اس مقصد کے لئے خاص طور پر امریکہ میں انسانوں کو مشین بنا دیا گیا ہے کہ زندگی کے اعلیٰ مقاصد اور اخلاقی و روحانی ترقی کے پروگرام پر مشتمل آسمانی ہدایت ان کی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔اور آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے ذریعے گہری منصوبہ بندی کے تحت ان کی توجہ اس پر مرکوز کردی گئی کہ کس طرح اپنی زندگی کو زیادہ سے زیادہ پرآسائش بنایا جاسکتا ہے۔

آج بظاہر یہود اپنے ان مقاصد میں بڑی حد تک کامیاب ہوچکے ہیں۔دنیا پر ابلیسیت غالب ہے جبکہ حق کی قوتیں مغلوب ہیں اور یہی کام ابلیس چاہتا تھا کہ انسان کو شرف انسانیت سے محروم کردیا جائے۔چنانچہ امریکہ میں ایک کتاب Pawns in the Game چھپی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کائنات میں شر کی سب سے بڑی ابلیس کی قوت ہے اور انسانوں میں اس وقت اس قوت کا نمائندہ گروہ صیہونی (یہودی) ہیں۔

امریکی عوام یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں بہت سے حقوق حاصل ہیں اور وہ آزاد ہیں لیکن درحقیقت وہ حماقت میں مبتلا ہیں کیونکہ وہاں ہر شعبہ میں یہودیوں کی مضبوط لابی موجود ہے جو پالیسی معین کرنے میں فیصلہ کن طور پر موثر ہوتی ہے۔اسی طرح میڈیا کی قوت کو بروئے کار لاکر وہ رائے عامہ کو جس رخ پر چاہیں موڑ سکتے ہیں۔گویا اصل کھیل یہودی کا ہے جس نے امریکی عوام کو ایسا بے وقوف بنا رکھا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اختیار ہمارے پاس ہے۔

مسلمانوں کے معاملے میں یہود کا اضافی مسئلہ حسد اور تکبر کا ہے۔قرآن میں گواہی موجود ہے کہ یہودی علماء آنحضورﷺ کو ایسے پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو انہیں جس آخری نبی کا انتظار تھا انہیں سو فیصد یقین تھا کہ یہ وہی نبی ہیں۔البتہ انہیں یقین تھا کہ چونکہ پچھلے دو ہزار سال سے تمام انبیاء بنی اسرائیل سے آئے ہیں اس لئے آخری نبی بھی ہم ہی سے ہوگا' لیکن جب ایسا نہ ہوا تو وہ حسد میں مبتلا ہوگئے۔شیطان کو بھی آدمؑ اور ان کی ذریت سے حسد کی بنیاد پر دشمنی ہے کہ یہ مخلوق جسے اللہ نے مٹی اور گارے سے بنایا ہے اس کے سامنے سجدہ کرنے کا مجھے حکم دیا جارہا ہے حالانکہ میں اس سے بہتر ہوں۔اس نے تکبر کی وجہ سے انکار کیا اور اس انکار کی وجہ سے راندۂ درگاہ ہونے پر حسد کی آگ میں جل رہا ہے کہ مجھے جو فضیلت حاصل تھی وہ چھن گئی اور اس سے بڑی فضیلت آدم کو مل گئی۔یہی معاملہ یہود کا ہے کہ نبوت و رسالت کی فضیلت ان سے چھین کر بنو اسماعیل کو دے دی گئی۔لہٰذا شیطان بنی نوع انسان کا سب سے بڑا دشمن اور یہود امت مسلمہ کے شدید ترین دشمن بن گئے۔چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

"اہل ایمان سے دشمنی میں تم سب سے شدید یہود اور مشرکین کو پاؤ گے۔" جبکہ نصاریٰ کے لئے فرمایا گیا کہ نرمی اور مؤدت میں تم ان کو سب سے قریب پاؤ گے۔لیکن اب معاملہ مختلف ہوچکا ہے' اس لئے کہ نصاریٰ کی گردن پر یہود سوار ہیں اور ان کا آپس میں گٹھ جوڑ ہوچکا ہے۔چنانچہ اسلام کی پوری تاریخ دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے یہودی ابتدا ہی سے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہے ہیں' یہاں تک کہ آنحضورﷺ کو قتل کرنے کی ناپاک سازشیں کی گئیں۔غزوۂ احزاب میں تمام عرب قبائل کو مسلمانوں کے خلاف لا کھڑا کیا۔عبداللہ ابن سبا یہودی ہی کی سازش تھی جو حضرت عثمانؓ کی شہادت اور مسلمانوں میں اختلاف کا سبب بنی۔مسلمانوں کو مٹانا ان کا اصل ایجنڈا ہے اور اس کے لئے وہ امریکی قوت اب مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتے ہیں۔

مستقبل قریب کے حوالے سے یہود کے کچھ مذہبی عزائم بھی ہیں جن میں سرفہرست ہیکل سلیمانی کی تعمیر نو ہے۔ان کا ہیکل جو حضرت سلیمانؑ نے تعمیر کیا تھا اسے 70ء میں رومیوں نے مسمار کردیا تھا۔اس کے بعد سے اب تک اس کی تعمیر نہیں ہوئی اور اب جبکہ فلسطین پر وہ قابض بھی ہیں تو ان کے مذہبی طبقے کا دباؤ ہے کہ ہیکل دوبارہ تعمیر کیا جائے۔لیکن اس ٹیمپل کی تعمیر میں مسجد اقصیٰ رکاوٹ ہے' اسے گرائیں تو ہیکل کی تعمیر ہو' لیکن مسجد اقصیٰ کو گرانے سے عالم اسلام میں ایک بھونچال آجائے گا۔اس کے ساتھ ہی ان کا دوسرا ایجنڈا گریٹر اسرائیل (Greater Israel) کا قیام ہے۔جو ان تمام علاقوں پر مشتمل ہے جو حضرت سلیمانؑ کے عہد میں اور بعد میں عظیم مکابی سلطنت میں شامل تھے۔ان کے ان مقاصد کے حصول میں اصل رکاوٹ اسلام اور خاص طور پر جہادی نظریہ اور جذبہ رکھنے والے مسلمان ہیں۔اس لئے وہ عالم اسلام سے جہادی عناصر کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔افغانستان پر امریکی حملے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہاں موجود جہادی قوتوں کو کچل دیا جائے۔اب عراق جو کہ عالم عرب کی ایک اہم فوجی طاقت ہے اس پر حملے کے لئے امریکہ پر تول رہا ہے۔یہاں آکر اسرائیل اور امریکہ کے عزائم مل جاتے ہیں۔امریکہ کو یہاں سے معدنی تیل کے ذخائر دستیاب ہوں گے اور یہود کے لئے گریٹر اسرائیل کے قیام کی راہ میں جو عرب قوت حائل ہوسکتی ہے اس کا صفایا ہوجائے گا۔oo

داعی و مؤسس تنظیم اسلامی **ڈاکٹر اسرار احمد** کی نئی کتاب

ختم نبوت کے دو مفہوم

اور

تکمیل رسالت کے عملی تقاضے

شائع ہوگئی ہے۔ کل صفحات 48 ' قیمت 12 روپے

ملنے کا پتہ: قرآن اکیڈمی 36-کے' ماڈل ٹاؤن لاہور' فون: 5869501-03

مثالی شخصیت

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے حضرت محمد ﷺ سے آپؐ کا مسلک دریافت کیا' جواب میں آپؐ نے جو وضاحت فرمائی اس میں ہر مسلمان زندگی گزارنے اور ہر کشش و ہر دلعزیز شخصیت بننے کے زریں اصول موجود ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: عرفان میرا سرمایہ ہے' عقل میرے دین کی اساس ہے' محبت میری بنیاد ہے' شوق میری سواری ہے' ذکر الٰہی میرا مونس ہے' اعتماد میرا خزانہ ہے' حزن میرا رفیق ہے' علم میرا ہتھیار ہے' صبر میرا لباس ہے' خدا کی رضا میری دولت ہے' عاجزی میرے لئے وجہ افتخار ہے' زہد میرا پیشہ ہے' یقین میری طاقت ہے' صدق میرا سفارشی ہے' اطاعت میرا بچاؤ ہے' جہاد میرا کردار ہے اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

(مرسلہ: [illegible])

5 فروری: یوم یکجہتی کشمیر لیکن......

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

ہر سال 5 فروری کو اہلیان پاکستان کشمیریوں سے یکجہتی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس سے قطع نظر کہ اس طرح کے یوم منانے سے مسئلہ کے حل کے حوالہ سے کوئی فائدہ ہوتا ہے یا نہیں' ہم اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ اس مسئلہ کی وجہ سے جنوبی ایشیا آتش فشاں پہاڑ بن چکا ہے۔ اسی تنازعہ کی وجہ سے پاکستان اور بھارت کم از کم دو مرتبہ باقاعدہ طور پر میدان جنگ میں کود چکے ہیں لیکن مسئلہ اپنی جگہ پر موجود ہے اور اب چونکہ دونوں متحارب فریق ایٹمی قوت بن چکے ہیں لہٰذا دنیا خوفزدہ ہے کہ کہیں یہ خطہ راکھ کا ڈھیر نہ بن جائے۔ مسئلہ کشمیر کیوں پیدا ہوا؟ پاکستان اور بھارت میں سے کس کا موقف انصاف پر مبنی ہے؟ بھارتی سیاست دان اور دانشور ایک بات بڑے زوردار انداز سے کہتے ہیں کہ تقسیم کے وقت مسلم لیگ کی خواہش کے مطابق یہ طے ہوا تھا کہ ہندوستان کی ریاستوں کی تقدیر کا فیصلہ ان کے راجا یا والی' ریاست کریں گے کہ انہیں پاکستان یا بھارت میں سے کس کے ساتھ الحاق کرنا ہے۔ کشمیر کے راجہ نے بھارت کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کر لیا۔ اب پاکستان کو کیا اعتراض ہے اور وہ زبردستی کیوں کرنا چاہتا ہے؟ یہ دلیل بڑی وزنی ہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ کانگریس نے مطالبہ کیا تھا کہ جس طرح ان صوبوں میں ریفرنڈم ہوا ہے جہاں ہندو یا مسلم اکثریت کا فیصلہ کرنا دشوار ہے اسی طرح ہندوستان کی ریاستوں کے عوام سے بھی یہ پوچھا جائے کہ وہ پاکستان اور بھارت میں سے کس کے ساتھ الحاق کرنا چاہتے ہیں' لیکن مسلم لیگ نے زوردار انداز میں اس کی مخالفت کی اور یہ قرارداد منظور کی کہ ریاستوں کے والی خود فیصلہ کریں گے کہ انہیں پاکستان اور بھارت میں سے کس سے الحاق کرنا ہے۔ مسلم لیگ کا مطالبہ تسلیم کر لیا گیا۔ حیدرآباد دکن کی ریاست نے پاکستان کے حق میں اور کشمیر نے بھارت کے حق میں فیصلہ دیا۔ تاہم مسلم لیگ کا یہ فیصلہ انتہائی غلط تھا اس لئے کہ ہندوستان کی آزادی اور تقسیم کی بنیاد ہی جمہور کی منشا پر کی گئی تھی اور یہ بات بنیادی انسانی حقوق کے صریحاً خلاف تھی کہ فرد واحد کی مرضی کو پوری ریاست پر مسلط کر دیا جائے۔

بہرحال یہ بات اتنی سادہ نہیں ہے جتنی نظر آتی ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ بھارت آج تک الحاق کی وہ دستاویز پیش نہیں کر سکا جس پر راجہ کے دستخط موجود ہیں۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ جب راجہ نے بھارت سے الحاق کا فیصلہ کر لیا تھا تو اس نے الحاق کی دستاویز پر دستخط کیوں نہ کئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دستاویز پر دستخط ہونے سے پہلے ہی بھارت نے راجہ کی خواہش کے خلاف اپنی فوجیں کشمیر میں داخل کر دی تھیں جس پر راجہ بھارت سے ناراض ہو گیا تھا۔ لیکن اگر فرض کیا جائے کہ راجہ نے الحاق کی دستاویزات پر دستخط کر دیئے تھے اور بھارت مصلحتاً انہیں ظاہر نہیں کرتا تو پھر بھی کشمیر پر بھارت کا حق تسلیم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہندوستان کی تقسیم کا معاہدہ ایک پیکج کے تحت ہوا تھا۔ وہ پیکج یہ تھا کہ پاکستان ان علاقوں پر محیط ہو گا جن میں مسلم آبادی اکثریت سے ہو گی۔ اس پیکج کی صریحاً خلاف

ابوالحسن

ورزی کرتے ہوئے ضلع گورداسپور جو مسلم اکثریت کا ضلع تھا' بھارت کو دے دیا گیا۔ یہ ضلع بھارت کو دے کر کشمیر سے اس کا زمینی رابطہ قائم کر دیا گیا جبکہ پاکستان کا قریباً 1000 کلومیٹر لمبا بارڈر کشمیر سے جڑا ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بھارت اور انگریز نے تقسیم کی بنیاد سے انحراف کر کے اس سارے پیکج ہی کو ملیامیٹ کر دیا اور یوں مسلم لیگ کو حق حاصل ہو گیا کہ وہ راجہ کشمیر کے الحاق کے فیصلہ کو رد کر دے۔ بعد ازاں بھارت نے دکن کی ریاست کے خلاف پولیس ایکشن کر کے قبضہ کر لیا اور اس کا جواز یہ پیش کیا کہ ریاست میں ہندو آبادی زیادہ تھی جس پر پاکستان کو یہ کہنے کا قدرتی حق حاصل ہو گیا کہ کشمیر کا الحاق پاکستان سے ہونا چاہئے۔ پھر 1948ء کی جنگ میں بھارت خود اس مسئلہ کو اقوام متحدہ میں لے گیا اور تمام دنیا کو گواہ بنا کر یہ وعدہ کیا کہ وہ ریاست کے لوگوں کو حق خود ارادیت کا موقع دے گا' لیکن اپنی پوزیشن کو مضبوط کر کے وہ اپنے وعدے سے منحرف ہو گیا۔ یوں کشمیر پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگیں و جدل کی بنیاد بن گیا۔ 1948ء اور 1965ء کی جنگیں خالصتاً کشمیر کی وجہ سے ہوئیں۔ ہزاروں جانیں دونوں اطراف سے کام آئیں۔ لاکھوں لوگ بے گھر ہوئے۔ اربوں روپے کا نقصان ہوا۔ اس کے علاوہ کارگل کی جنگ میں دونوں کو جانی و مالی نقصان ہوا اور دونوں ممالک ایٹمی جنگ کے کنارے پہنچ گئے ـــــ لیکن مسئلہ کشمیر جوں کا توں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس مسئلہ کو کس طرح حل کیا جائے۔ ماضی کی جنگیں اس مسئلہ کو حل نہ کر سکیں اور اب ایٹمی اسلحہ کی موجودگی میں اگر دونوں ممالک میں جنگ چھڑ گئی تو وہ اس خطہ ہی کو جلا کر خاکستر کر دے گی۔ پُرامن ذرائع سے مسئلہ کے حل کا جہاں تک تعلق ہے' یہ بھی دور کی بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ بھارت مذاکرات کا نام سننے کو تیار نہیں اور اس کے لئے شرط اول یہ پیش کرتا ہے کہ پاکستان کشمیر میں دراندازی بند کرے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ پاکستان دراندازی کر رہا ہے یا نہیں! لیکن فرض کریں کہ پاکستان دراندازی مکمل طور پر بند کر دے تب بھی امن ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ بات خلاف عقل ہے کہ کسی تحریک کا اندرونی طور پر کوئی وجود ہی نہ ہو اور وہ محض بیرونی مداخلت پر اتنے پرزور انداز سے چل رہی ہو کہ سات لاکھ کی کثیر فوج بھی اس کا سدباب نہ کر سکے۔ لہٰذا کشمیر کی تحریک پاکستان کی دراندازی بند ہونے کے بعد بھی کسی نہ کسی درجہ میں رہ جائے گی اور بھارت اس کو عذر بنا کر مذاکرات سے گریز کرتا رہے گا۔ ماضی کا تجربہ بتاتا ہے کہ بھارت محض حالات کے دباؤ سے کشمیر کا ذکر کرتا ہے اور دباؤ سے نکلنے کے فوری بعد "وہ تُو کون اور میں کون" کا رویہ اختیار کر لیتا ہے۔ وہ خود ہی اقوام متحدہ میں رائے شماری کی قرارداد منظور کرواتا ہے اور وقت آنے پر مکر جاتا ہے۔ وہ 1962ء میں چین سے جنگ کے دوران امریکہ کے ذریعہ مذاکرات کی بات کرتا ہے اور پھر وقت ٹل جانے کے بعد بھٹو سورن سنگھ مذاکرات کو مذاق بنا دیتا ہے۔ کبھی وہ یہ شرط پیش کرتا ہے کہ پہلے دوسرے مسائل حل کر لو مثلاً سیاچین کا مسئلہ' آزاد تجارت کا مسئلہ اور بعض دریاؤں پر ڈیم بنانے کا مسئلہ ہے۔ پاکستان آنکھوں دیکھی مکھی کس طرح نگل لے! وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ بھارت محض سیاچین کی

پھانس سے اپنی گردن چھڑانا چاہتا ہے اور وہاں سے فارغ ہونے والی اپنی افواج بھی کشمیر میں لگا دے گا۔ آزاد تجارت میں بھی سو فیصد ہندوستان کو فائدہ ہوگا اور جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے کہ ان سب شرائط کی منظوری کے بعد بھی وہ کشمیر میں ہونے والے کسی چھوٹے سے واقعہ کو عذر بنا کر کشمیر کے پُرامن حل سے انکار کر دے گا۔ اور عین ممکن ہے جیسا کہ موجودہ دور کا چلن بن گیا ہے' خود ہی کشمیر میں کوئی واردات کروا کر اس کا ملبہ پاکستان پر ڈال دے اور کشمیر پر مذاکرات سے منحرف ہوجائے۔

اب جبکہ یہ صورت حال سامنے آئی ہے کہ پاکستان جنگ اور امن دونوں ذرائع سے کشمیر حاصل نہیں کرسکتا تو کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔ راقم کی رائے میں پاکستان کو بھی زمینی حقائق کا ادراک کرنا چاہئے۔ جذباتی اور نعرہ بازی والا انداز چھوڑ کر ایسا راستہ اختیار کرنا چاہئے جس پر وہ مستقل مزاجی سے چلتا رہے۔ کشمیر اگر پاکستان کا حق ہے اور اس کی شہ رگ ہے تو آئیڈیل صورت یہ ہوگی کہ پاکستان بزور بازو اپنا یہ حق چھینے اور اپنی شہ رگ کو دشمن کے پنجہ سے چھڑائے' لیکن جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے فی الحال یہ ممکن نظر نہیں آتا۔ فی الحال تو خود پاکستان کو اپنی بقا اور سلامتی کا مسئلہ ہے۔ تو پھر عقل و منطق کا تقاضا یہ ہے کہ اس وقت تک خاموشی اور صبر و تحمل سے کام لیا جائے جب تک قوت حاصل نہیں ہو جاتی اور کھلے عام قوت کے اظہار سے پاکستان کشمیر حاصل کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ اس دوران کسی قسم کی اندرون خانہ چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے اور کوئی کارگل کھڑا نہ کیا جائے۔ سیاسی سطح پر اپنے موقف پر قائم رہا جائے اور وقت آنے پر اپنا حق چھین لیا جائے۔ دوسرا حل یہ ہے کہ تسلیم کیا جائے کہ کشمیر پر موقف اختیار کرنے میں ہم سے بھی غلطیاں سرزد ہوئیں اور مختلف مواقع پر ہمارا Stance بدلتا رہا۔ ہم درپردہ تو کشمیر پر اقوام متحدہ کی 1948ء کی قراردادوں پر نظرثانی کرنے اور لچک دار رویہ اختیار کرنے کی بات کرتے ہیں لیکن علی الاعلان تسلیم نہیں کرتے۔ ہمیں حالات موجودہ کو تسلیم کرتے ہوئے کشمیر پر ''کچھ لو اور کچھ دو'' کا فارمولا اپنانا چاہئے اور دنیا کو بتا دینا چاہئے کہ معاملات اور تنازعات کو طے کرنے کے معاملے میں ہم ہٹ دھرم نہیں۔ اگر مسئلہ باہمی طور پر طے نہ ہو تو ایران' چین یا کسی غیر جانبدار ملک کو ثالث تسلیم کر کے یہ مسئلہ حل کروا لینا چاہئے۔ بہترین حل یہ ہے کہ اسے 1947ء کے نامکمل ایجنڈے کے طور پر لیا جائے اور تقسیم ہند کے وقت جس طرح پنجاب اور بنگال تقسیم ہوئے تھے اسی طرح کشمیر کو بھی تقسیم کرلیا جائے۔ ہندو آبادی کے علاقے جموں اور لداخ بھارت کو دیئے جاسکتے ہیں۔ وادی بشمول سرینگر میں رائے شماری کرائی جاسکتی ہے کہ وہ پاکستان اور بھارت میں کس کے ساتھ الحاق کریں گے۔ وادی کے لئے تھرڈ آپشن کا راستہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ آزاد کشمیر کو پاکستان کا باقاعدہ صوبہ بنا دیا جائے۔ موجودہ حالات میں کشمیر کا تصفیہ اس سے بہتر ممکن نہیں۔ البتہ نعرہ بازی اور کشمیر کے مسئلہ پر سیاست چمکانے کا معاملہ دوسرا ہے۔

جان لینا چاہئے کہ یہ نہ 1965ء ہے اور نہ ہی 1971ء بلکہ اکیسویں صدی کے دو سال بھی بیت چکے ہیں۔ دونوں طرف ایٹمی اسلحہ موجود ہے۔ پھر یہ کہ دنیا گزشتہ چالیس سال کی نسبت مزید سکڑ گئی ہے۔ امریکہ اور دوسری طاقتیں دنیا میں ہونے والے ہر واقعہ پر نہ صرف اپنا ردعمل ظاہر کرتی ہیں بلکہ بلاواسطہ یا بالواسطہ ملوث بھی ہو جاتی ہیں۔ ان کے تجارتی مفادات ہیں جن کے حصول کے لئے وہ ہر نوع کا قدم اٹھانے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا پاکستان اور بھارت کی جنگ کوئی الگ تھلگ واقعہ نہیں ہو گا کہ دنیا لاتعلق رہے۔ اور اہم ترین بات یہ ہے کہ تمام دنیا اپنے جھگڑے سمیٹ کر معاشی ترقی کی طرف متوجہ ہے۔ یورپ اتحاد کی طرف زبردست پیش رفت کر رہا ہے۔ چین جھگڑوں سے الگ ہو کر اپنی معاشی ترقی کے لئے شب و روز لگا ہوا ہے۔ امریکہ چونکہ طاقت سے پھٹ رہا ہے لہٰذا وہ طاقت استعمال کر رہا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ بھی ان ممالک کو اپنی طاقت کا نشانہ بنا رہا ہے جہاں دولت ہے۔ تو پھر پاکستان اور بھارت کی حکومتیں اپنے بھوکے پیاسے اور بے گھر لوگوں کی مدد کرنے کی بجائے گولہ بارود خریدنے میں کیوں پاگل ہو رہی ہیں! امریکہ اور یورپ انہیں لڑاتے ہیں اور اپنی اسلحہ فیکٹریاں چلاتے ہیں۔ عقل کا تقاضا یہ ہے

(باقی صفحہ 15 پر)

کفایت محی الدین

میری ملت کی بیٹی!

(چند ارضی حقائق' چند دعائیہ حروف اخراج)

میری ملت کی بیٹی جانِ ملت — مجسم نورِ امم و آنِ ملت
ترا پیکر جو میرے روبرو ہے — ہے صفحۂ الکتاب اور ہوبہو ہے
ترے ملبوس کی طرزِ فراواں — گلوئے بند' مُہرِ عزِ نسواں
یہ دو دو چادریں عفت معانی — معزز پیراہن کی بیکرانی
حیا کی لو ترے موئے منزہ — ترے سر پوش کا ہر گھر پہ سایہ
تری پہچاں تری صفات ساری — نہیں مانگے کی اپنی ہیں تمہاری
سجی! منزل نشاں ہے تیرا باطن — حیات نسل نو کا اصل ضامن
مری بیٹی' مرے آبا کی دستار — کہاں تو اور کہاں مغرب کا معیار
مرے قومی نسب کا سلسلہ تو — مرے فردا کا پورا فیصلہ تو
قرارِ زندگی تجھ سے عبارت — تری تعظیم' ایماں کی علامت
خودی کے زور سے تو معتبر ہے — مقام اپنے سے پوری باخبر ہے
نہیں تیرے سا غیرت مرتبت میں — وجود زن ہے گرچہ شش جہت میں
تو اپنی اصل ہے اور نقل اپنی — ترا ایقان اپنا' عقل اپنی
تری بنیاد' باتیں اور عبائیں — قسم قدسی تری صورت کی کھائیں
تری خود آگہی قبلہ نما ہے — تو ہر پستی سے ارفع تر سا ہے
تری ہستی' بہن' بیٹی ہے ماں ہے — تو شہ پا رائے رب این و آں ہے
سرائے آب و گِل کی لاج ہے تو — چراغ منزلِ معراج ہے تو
تو جانِ شرق ہے' اپنی سحر کر — فسونِ غیر کو زیر و زبر کر
ترا ہر نقش' تقدیس نسا ہے — تو سرتا سر مسلماں کی انا ہے
یقین مجھ کو ہے تیرا یہ سراپا — ہے اک حرفِ دعا بنتؓ نبیؐ کا
ترے نور بصیرت سے دما دم — جہانِ جہل پر نزع کا عالم
ترے قدموں کی ٹھوکر میں ہے باطل — مقام لا و اِلا کا تو حاصل
تو اپنے پن کا اقرار و یقیں ہے — تو مسلم ہے' تو برتر ہے' بریں ہے
تری فکر و وجود و نام کی خیر — تری ہر صبح تیری شام کی خیر

اسلام میں پردے کے احکام

معروف کالم نگار جناب ارشاد احمد حقانی کے کالم "چہرے کے پردہ" کے جواب میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا مکتوب جو یکم اور 2 فروری کے روزنامہ جنگ میں شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

محترمی برادرم ارشاد احمد حقانی صاحب'

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے آپ کے مزاج بخیر ہوں گے۔

میں آپ کے کالم "حرف تمنا" میں جو سیاسی تجزیئے شائع ہوتے ہیں انہیں تو التزام کے ساتھ پڑھتا ہوں لیکن اواخر نومبر ۲۰۰۲ء میں آپ نے "اسلام میں عورت کے چہرے کا پردہ" پر جو بحث چھیڑی تھی اسے میں نے نہیں پڑھا تھا۔ اس لئے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ اس معاملے میں میرے اور آپ کے مابین رائے کا شدید اختلاف ہے۔ لیکن پھر میرے پاس بہت سے خطوط آئے کہ اس معاملے میں میں اپنی رائے بھی ضبطِ تحریر میں لاؤں ـــــ اِدھر میری طبیعت کچھ عرصے سے خراب چل رہی ہے اور خطابِ جمعہ اور درس قرآن کی کمٹمنٹ کو تو میں جیسے تیسے نبھاتا رہا لیکن قلم پر شدید گراں گی رہی ـــــ اب ذرا طبیعت کسی قدر بحال ہوئی تو میں نے آپ کے دونوں کالم (۲۸ اور ۲۹ نومبر) پڑھے اور ذیل میں اپنا تبصرہ درج کر رہا ہوں۔ امید ہے آپ اسے شائع کر دیں گے۔

پہلی گزارش تو یہ ہے کہ آپ نے اس معاملے میں خود کو تو "پردے" میں رکھا ہے اور ساری چاند ماری جناب طارق جان صاحب کے کندھے پر بندوق رکھ کر کی ہے۔ اور پھر ان کی ثقاہت کے ثبوت کے لئے ان کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے کہ: "یہ صاحب علم کون ہیں؟ جناب طارق جان جو جماعت اسلامی کے نائب امیر پروفیسر خورشید احمد کی قائم کردہ انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز کے سینئر ریسرچ اسکالر ہیں۔ روایتی دینی حلقے کی ترجمانی کے لئے کیا اس سے معتبر کوئی حوالہ ہو سکتا ہے؟" تو گزارش ہے کہ اوّل تو خود جماعت اسلامی "روایتی دینی حلقے" کی ترجمان نہیں ہے۔ اور خود مولانا مودودی مرحوم نے اپنے آپ کو "بیچ کی راس کا آدمی" قرار دیا تھا ـــــ پھر جماعت کی موجودہ قیادت تو خصوصاً زیر بحث مسئلے میں مولانا مودودی کے موقف کو ترک کر کے برادرم خرم جاہ مراد مرحوم کی علمی اور فکری قیادت اور قاضی حسین احمد صاحب کی عملی قیادت کو اختیار کر چکی ہے' جن کی آراء پر مولانا مودودی کے پنجاب میں اوّلین اور اہم ترین ساتھی جناب نعیم صدیقی مرحوم ومغفور نے شدید تنقیدیں کی تھیں ـــــ! رہ گئے جناب طارق جان تو ان کے صغریٰ کبریٰ سے میں واقف نہیں ہوں ـــــ تاہم یہ بات تو ظاہر ہے کہ جس ادارے کا آپ نے ان کے تعارف میں طمطراق سے ذکر کیا ہے آپ ہی کے ایک بعد کے کالم کی رو سے اس کے ترجمان نے اپنے "ریسرچ سکالر" کی رائے کو ان کی ذاتی رائے قرار دے کر ادارے کو اس سے بری الذمہ قرار دے دیا ہے۔

پھر آپ کے اس موقر سکالر نے بحث کے آغاز ہی میں اتنے بڑے غلط مبحث کا ثبوت دیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے ان پر بھی اور خود آپ پر بھی کہ آپ نے اسے نوٹ نہیں فرمایا۔ جناب طارق جان لکھتے ہیں "قرآن حکیم کی وہ آیات جنہیں آیاتِ حجاب کہتے ہیں دو ہیں: ایک سورۃ النور میں احکامِ ستر سے متعلق آیت اور دوسری سورۂ احزاب میں آیتِ جلباب" ـــــ اس پر مکرر اضافہ فرماتے ہیں: "سورۃ النور کی آیت مذکورہ جس میں احکام ستر ہیں اس کا ترجمہ یہ ہے......" اور آخر میں بڑے متحدیانہ انداز میں فرماتے ہیں: "آپ اس آیت کا کس طرح بھی ترجمہ کر لیں اس میں منہ ڈھانپنے کا ذکر نہیں کیا گیا!" ـــــ اب ذرا کوئی ان سے پوچھے کہ جناب آج تک کس احمق نے عورت کے چہرے کو "ستر" کا حصہ قرار دیا ہے؟ امت مسلمہ کا اس امر پر اجماع ہے کہ عورت کا چہرہ' ہاتھ اور پاؤں ستر میں شامل نہیں ہیں!۔ تو جب خود آپ کے نزدیک سورۂ نور کی آیت ۳۱ اصلاً حجاب سے نہیں ستر سے متعلق تو پھر اس میں واردشدہ الفاظ "اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا" کے ضمن میں متقدمین کے ان لمبے چوڑے حوالوں کی کیا تک ہے کہ:

> "قرطبی نے اس آیت کریمہ کے ضمن میں عبداللہ بن مسعودؓ' ابن جبیرؒ' عطاء ابن ابی رباحؒ' امام اوزاعیؒ' عبداللہ ابن عباسؓ' قتادہ اور مسور ابن مخرمہ کے اقوال نقل کئے ہیں۔ اس طرح انہوں نے تین نسلوں کی رائے دی جو صحابہ تابعین اور تبع تابعین پر مشتمل ہے مثلاً ابن مسعودؓ "اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا" میں چہرہ اور خوبصورت لباس دونوں کو شامل قرار دیتے ہیں۔ ابن جبیر اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا کی تعبیر چہرے سے کرتے ہیں۔ عطاء ابن ابی رباح اور امام اوزاعی چہرہ' لباس اور ہتھیلی کو اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا کا مصداق سمجھتے ہیں۔ ابن عباسؓ' قتادہ اور مسور ابن مخرمہ آنکھوں کے سرمہ' چوڑیاں' مہندی لگے ہاتھ اور آدھی کلائی کو بھی الا ما ظهر منها کے استثناء میں شامل سمجھتے ہیں"۔

ستر کے احکام کے اعتبارات سے نہ صرف یہ کہ جملہ اقوال درست ہیں بلکہ میں تو "مَا ظَهَرَ مِنۡهَا" کے ذیل میں کسی خاتون کے قد وقامت اور متناسب ڈیل ڈول کو بھی شمار کرتا ہوں کہ خواہ وہ سر سے پیر تک برقعے میں ملفوف ہو لیکن ان دونوں کے اعتبار سے اس کا نسوانی حسن اس "زینت" میں شامل ہے جو از خود ظاہر ہے۔ بقول غالب۔ "ترے سرو قامت سے اک قدِ آدم۔ قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں!" اور بقول شخصے۔ "بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش۔ من انداز قدت را می شناسم!"

اسلام میں پردے کے احکام اور خاص طور پر اس سلسلے میں واردشدہ آیاتِ قرآنی کے ضمن میں جو سادہ ترین بات پہلے سمجھ لینی چاہئے وہ یہ ہے کہ جس طرح قرآن میں بڑے پیارے انداز میں فرمایا گیا ہے کہ رحم مادر میں جو بچہ پروان چڑھ رہا ہوتا ہے اس کی صورت گری اور نقاشی الخالق' الباری' اور المصور کا موقلم تین تین پردوں میں کرتا ہے: ایک وہ جھلی جس میں جنین لپٹا ہوتا ہے' دوسری رحم مادر کی دیوار اور تیسری ماں کے پیٹ کی دیوار! ـــــ اسی طرح اسلام کے احکام کی رو سے مسلمان عورت کو ایک نہیں چار چار پردوں میں "مستور" رہنا چاہئے:

۱) ایک باطنی اور قلبی پردہ یعنی "حیا" جسے ایک حدیث نبویؐ میں اسلام کا سب سے نمایاں وصف قرار دیا گیا ہے اور جو حجاب کی اصل بنیاد ہے کہ اگر وہ ڈھے جائے تو پھر ع "بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن!" کے مطابق باقی سارے قوانین واحکام غیر موثر ہو جاتے ہیں ـــــ

۲) دوسرا "ستر" کا پردہ یعنی جسم کو ڈھانپ کر رکھنے کے احکام جس کا حاصل یہ ہے کہ جو اعضا ستر میں شامل ہیں وہ یا تو صرف زوجین ایک دوسرے کے سامنے کھول سکتے ہیں' یا بقدرِ ضرورت کسی طبیب یا جراح کے سامنے!۔ چنانچہ جبکہ مرد کا ستر صرف ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک ہے (اور یہی معاملہ عورت کا عورت کے سامنے ستر کا بھی ہے!) وہاں مردوں کے لئے عورت کے ستر

میں اس کا پورا جسم شامل ہے سوائے چہرے کی صرف ٹکیا' اور ہاتھ کلائی سے نیچے' اور پاؤں ٹخنوں سے نیچے!——

۳) تیسرا پردہ "حجاب" ہے جو نامحرم مردوں سے کیا جانا ضروری ہے' جس میں چہرے کی ٹکیا تو شامل ہے ہی عرب کے بدوؤں کے نزدیک ہاتھ اور پاؤں بھی شامل ہیں۔ چنانچہ مکہ مکرمہ سے مدینہ جاتے ہوئے کئی بار یہ دیکھنے میں آیا کہ کوئی بدو خاتون لمبی سی لاٹھی ہاتھ میں لئے یا اونٹوں کی قطار کو کہیں لئے جا رہی ہے یا ایک جگہ کھڑی بھیڑوں بکریوں کو چرا رہی ہے اور نہ صرف یہ کہ چہرے کے نقاب سمیت پورے برقعے میں ملبوس ہے بلکہ ہاتھوں پر دستانے اور پیروں پر جرابیں بھی چڑھائے ہوئے ہے!——

۴) چوتھا اور آخری پردہ مجموعی معاشرتی سطح پر عدم اختلاط کا ہے۔ یعنی نہ مخلوط تعلیم گاہیں ہوں' نہ مخلوط محفلیں اور تقریبات' نہ مخلوط ہسپتال ہوں' نہ مخلوط تفریح گاہیں' اور نہ مخلوط کارخانے اور ورکشاپس ہوں نہ مخلوط دفاتر! ۔ بلکہ پورے معاشرے میں مردوں اور عورتوں کے درمیان ایک بڑا سا پردہ لٹکا ہوا محسوس ہو!——

دوسری بنیادی بات یہ کہ قرآن حکیم میں جیسے شراب' جوئے اور سود کی حرمت کے احکام تدریجاً نازل ہوئے اسی طرح عرب جاہلی معاشرے میں موجود مخلوط معاشرت اور بے پردگی اور عریانی کے سدباب کے لئے احکام بھی تدریجاً نازل ہوئے اور اس سلسلہ میں اولین احکام تو ۵ ھ میں غزوہ احزاب کے بعد سورۂ احزاب میں نازل ہوئے' اور پھر تکمیلی احکام لگ بھگ ایک سال بعد ۶ ھ میں سورۂ نور میں نازل ہوئے۔ اور ان دونوں سورتوں میں وارد شدہ متعلقہ آیات پر تدبر کے ضمن میں اہم کلیدی وہ قول ہے جو مجھ سے' صاحب تدبر قرآن' مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم و مغفور نے اپنے استاذ و امام حمید الدین فراہیؒ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا تھا' یعنی یہ کہ "سورۂ احزاب میں گھر سے باہر کے پردے (یا یوں کہہ لیا جائے کہ نامحرموں سے پردے) کا بیان ہے——اور سورۂ نور میں گھر کے اندر کے پردے کا!"——اسی لئے سورۂ احزاب میں "حجاب" اور "جلباب" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں جن میں سے حجاب کا مفہوم تو از خود واضح ہے ہی' جلباب اس بڑی چادر کو کہتے تھے جو شریف گھرانوں کی خواتین گھر سے باہر نکلتے ہوئے پورے جسم پر لپیٹ لیا کرتی تھیں اگرچہ چہرہ نہیں ڈھانپتی تھیں——اس کے ضمن میں صرف یہ اضافی حکم دیا گیا کہ اس چادر کے ایک پلو کو سر سے نیچے یعنی چہرے پر بھی لٹکا لیا کریں۔ (یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ) جس کے لئے "نقاب" کا لفظ بھی بعض احادیث نبویہؐ میں مذکور ہے!۔ دوسری طرف سورۂ نور میں اوڑھنیوں کا ذکر ہے (خُمُرِھِنَّ) جو گھروں کے اندر بھی اوڑھی جاتی تھیں جن کے ضمن میں جناب طارق جان بھی قرطبیؒ کے حوالہ سے فرماتے ہیں: "اس حکم سے پہلے خواتین سر ڈھانپ کر کپڑے کو پیچھے کر دیا کرتی تھیں اور اپنے سینوں کو ڈھانپتی نہیں تھیں یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے گریبان قدرے کھلے ہوں اور وہ آگے سے نمایاں ہو جاتی ہوں"۔ تو ان اوڑھنیوں کے ضمن میں اضافی حکم یہ دیا گیا کہ سروں کو ڈھانپنے کے ساتھ ساتھ ان کے بکّل اپنے سینوں پر بھی مار لیا کریں! گویا عورت کے ستر کا اولین تقاضا تو یہ ہے کہ پورا جسم کرتے' شلوار اور اوڑھنی میں ملبوس ہو——اور یہ لباس نہ تنگ ہو' نہ باریک——کہ اس سے یا تو جسم جھلک رہا ہو' یا اس کے نشیب و فراز نمایاں ہو رہے ہوں! اور چونکہ نسوانی حسن میں سینے کے ابھار نہایت اہمیت کے حامل ہیں لہٰذا ان پر ایک اضافی "پردہ" ڈالنے کا حکم اوڑھنیوں کے بکّل مارنے کی صورت میں دیا گیا (یعنی "یَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ"!)——اس امر کا دوسرا قرینہ کہ سورۂ نور کے احکام گھر کے اندر سے متعلق ہیں یہ ہے کہ ان سے متصلاً قبل' گویا تمہید کلام کے طور پر' گھروں کے اندر داخلے کے احکام مذکور ہیں (یعنی استیذان اور استیناس کا حکم یعنی اجازت طلب کرنا اور اپنا تعارف کرانا!)——پھر یہی مناسبت ہے سورۂ نور میں وارد "غض بصر" کے حکم کی۔ ظاہر ہے کہ یہ گھر سے باہر کا معاملہ نہیں ہو سکتا' وہاں تو سامنے راستہ دیکھ کر چلنا ضروری ہے——یہ حکم بھی اصلاً گھر کے اندر کا ہے کہ محرم مرد بھی اپنی محرم خواتین کو گھور کر نہ دیکھیں یہاں تک کہ باپ اپنی جوان بٹی یا بیٹیوں اور بھائی اپنی جوان بہن یا بہنوں کو اندر گھس جانے والی نگاہ (PENETRATING EYES) کے ساتھ نہ دیکھیں. اس لئے کہ وہ باپ اور بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ مرد بھی ہیں۔ اور بہنیں اور بیٹیاں بہرحال جنس مخالف سے تعلق رکھتی ہیں! (آج کل نہ صرف مغرب میں بلکہ خود ہمارے یہاں بھی ماؤں' بہنوں' بیٹیوں کے ساتھ زنا۔ 'INCEST' کا جو چرچا ہے اسے ملحوظ خاطر رکھا جانا چاہئے!)

پردے کے موضوع پر ستر اور حجاب کے مابین خلط مبحث کا جو ارتکاب جناب طارق جان سے ہوا ہے' وہی مغالطہ ہمارے بہت سے متاخرین کو بعض متقدمین کے ایسے اقوال سے ہوا ہے جن میں مبینہ طور پر عورت کے چہرے کو حجاب کے حکم سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے——وہاں بھی اصلاً یہی ہوا ہے کہ ان کی بحث ستر کے متعلق تھی جسے حجاب سے متعلق سمجھ لیا گیا۔ اس سلسلے میں "روایتی" دینی حلقے کی ایک عظیم شخصیت مولانا قاری محمد طیبؒ کی تالیف "شرعی پردہ" کا حسب ذیل اقتباس لائق توجہ ہے:

"بعض لوگ بے پردگی کے جواز کے لئے بطور حجت وہ روایات پیش کرتے ہیں جن میں عورت کے چہرہ اور ہاتھ پاؤں کو چھپانے سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اور بزعم خود مطمئن ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے شریعت کی رو سے بے پردگی کے جواز کی حجت نکال لی۔ حالانکہ یہ ایک دھوکہ ہے جو ان کی غلط معلومات کا نتیجہ ہے کیونکہ جن نصوص میں ہاتھ پیر اور چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت دی گئی ہے وہ ستر کے متعلق ہیں۔ حجاب سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اور جن آیات و روایات میں چہرہ اور ہاتھ پاؤں کو ڈھانپنے کا امر کیا گیا ہے ان کا ستر سے کوئی تعلق نہیں۔ بہرحال ستر اور حجاب دو الگ الگ تقاضے ہیں ان دو متضاد مسئلوں کو خلط ملط کر کے لوگوں نے ایک بنا دیا۔ اور مسئلہ ستر کا حکم مسئلہ حجاب پر لا ڈالا"۔

بات اگرچہ لمبی ہو گئی ہے لیکن جناب طارق جان صاحب کی ایک دلیل جو بہت ہی ژولیدہ اور مغرب کی دلدادہ خواتین کی جانب سے ہمیشہ پیش کی جاتی ہے یہ ہے کہ سورۂ احزاب میں ابتداءً چونکہ صرف نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کو خطاب کیا گیا ہے لہٰذا "وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ" اور "فَاسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ" کے احکام صرف ازواج مطہراتؓ کے لئے ہیں حالانکہ ذرا سا غور اور تدبر کیا جائے تو ایسا دو وجوہ سے ہے:

۱) ایک یہ کہ انگریزی مقولے "CHARITY BEGINS AT HOME" کے مطابق اصلاحی عمل ہمیشہ مصلح کے اپنے گھر سے شروع ہونا چاہئے!' اور

۲) دوسرے یہ کہ اسی سورۂ احزاب میں وہ آیت مبارکہ وارد ہوئی جس سے خطیب اور واعظ حضرات اکثر اپنی تقاریر کو مزین کرتے ہیں' یعنی "لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ"——اب غور کیجئے نبی اکرم ﷺ کی شخصیت اور سیرت میں مردوں کی تو ہر حیثیت کے لئے مکمل اور احسن ترین اسوہ موجود ہے——چنانچہ داعی اور مبلغ کے لئے بھی آپ کی ذات مبارکہ اسوۂ کاملہ ہے' اور مربی و مزکی کے لئے بھی' پھر مسجد کے امام اور خطیب کے لئے بھی اسوہ ہے تو فوج کے سپہ سالار کے لئے بھی' پھر حاکم کے لئے بھی مکمل اسوہ ہے کہ قاضی القضاۃ کے لئے بھی! باپ کے لئے بھی مکمل اسوہ ہے تو شوہر کے لئے بھی' وَقِسْ عَلٰی ذَالِکَ——لیکن عورتوں کی نسوانی زندگی کے لئے ظاہر ہے کہ آپ کی ذات مبارکہ اسوہ نہیں ہو سکتی اس لئے کہ آپ مرد تھے' چنانچہ یہی کمی ہے جسے ازواج مطہرات کے ذریعے پورا کیا گیا——اور ان سے کہا گیا کہ تم عام عورتوں کے مانند نہیں ہو ("لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ") بلکہ تمہیں مسلمان خواتین کے لئے اسوۂ رسول کا عملی مظہر بننا ہے۔ چنانچہ تم نیک کام کرو گی تو تمہیں اجر و ثواب بھی دوسروں کے مقابلے میں دوگنا ملے گا۔ اور اگر تم

سے کوئی لغزش صادر ہوگئی تو تمہیں سزا بھی دوسری عورتوں کے مقابلہ میں دگنی ملے گی۔ اس لئے کہ تمہاری لغزش سے ہزاروں لاکھوں مسلمان عورتوں کے لئے غلط کاری کا جواز پیدا ہو جائے گا۔ غالباً یہ بھی نبی اکرم ﷺ کے تعدد ازواج کی متعدد حکمتوں میں سے ایک اہم حکمت ہے کہ پردے اور معاشرتی اصلاح کے احکام پہلے ازواج مطہرات کو مخاطب کرکے دیئے گئے اور بعد میں ان کا اطلاق عام کردیا گیا۔

آخری بات یہ کہ میں نے اپنی ساری بحث کو صرف آیات قرآنی تک محدود رکھا ہے ـــــ اس لئے کہ ماڈرن خواتین وحضرات زیادہ تر ان ہی سے متعلق بات کرتے ہیں ورنہ واقعہ یہ ہے کہ دین اسلام ایک نظام زندگی کی صورت قرآن حکیم پر سنت رسولؐ اور تعامل صحابہؓ کے اضافے سے اختیار کرتا ہے ـــــ ورنہ محض قرآن سے تو نماز تک کا نظام وجود میں نہیں آسکتا۔ لیکن افسوس ہے کہ عہد حاضر میں (جس کا آغاز سرسید احمد خان مرحوم) سے ہوا تھا ’حدیث نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام سے التفات واعتناء بہت کم ہو گیا ہے ـــــ ورنہ سورۂ احزاب کی آیات کے نزول کے فوراً بعد صحابیاتِ رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طرز عمل کیا تھا اسے اس حدیث مبارکہ میں دیکھئے:

’’امام محمد بن سیرینؒ (یکے از تابعینؒ) نے حضرت عبیدہ بن سفیان بن الحارث الحضرمیؒ سے دریافت کیا کہ اس حکم (’’يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ‘‘) پر عمل کرنے کا طریقہ کیا ہے تو انہوں نے خود چادر اوڑھ کر بتایا اور اپنی پیشانی اور ناک اور ایک آنکھ کو چھپا کر صرف ایک آنکھ کھلی رکھی!‘‘ (تفسیر ابن جریرؒ احکام القرآن لجصاصؒ)

اور راقم الحروف نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ایران کے ۱۹۷۹ء کے انقلاب کے کئی سال تک ایران سے حجاج کے جو بڑے بڑے گروہ بڑے اہتمام وانصرام کے ساتھ حج کے لئے آتے تھے ان میں جملہ خواتین ایک بڑی چادر میں اس طرح لپٹی ہوتی تھیں اور انہوں نے اپنے ایک ہاتھ سے چادر کو اس طرح مضبوطی سے پکڑا ہوتا تھا کہ ان کے چہرے میں سے صرف ایک آنکھ کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا! اللہ ہمیں اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے احکام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے!

انتقال پر ملال

تنظیم اسلامی لاہور وسطی کے ملتزم رفیق طاہر اقبال کے والد محترم 27 جنوری 2003ء قضائے الٰہی سے رحلت فرما گئے۔ قارئین ندائے خلافت سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتک وحاسبہ حساباً یسیراً

مکتوب شکاگو

ویک پوائنٹ

رعنا ہاشم خان

تمام احتجاجی مظاہرے برفیلی ہواؤں میں نکالے گئے جلوس ٹھنڈے ٹھار موسم میں واشنگٹن کی شاہراہوں پر کی گئیں مختلف تنظیموں کے قائدین کی جنگ کے خلاف گرما گرم تقریریں اور ٹی وی پر جنگ کے خلاف دکھائے جانے والے اشتہارات تا حال جارج بش ڈیڈی بش اور ان کے گینگ کے سروں پر سوار خون کو انچ بھر نہیں ہلا سکے ہیں۔ اور یہ جنگ دنیا بھر کے مظلوم انسانوں کو اسی طرح نظر آرہی ہے جیسے پھانسی کے مجرم کو پھندا دکھائی دیتا ہوگا۔ امریکی عوام کی آواز اس وقت تک نقار خانے میں طوطی کی آواز ہی رہے گی جب تک امریکہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بش اینڈ گینگ کے خلاف کوئی منظم تحریک نہ اٹھ جائے کہ تمام بش انتظامیہ کی آنکھوں پر امریکی جھنڈے کا غلاف پڑا ہوا ہے اور کان صرف بش کی بے سری ’میں‘ میں اور صرف میں‘‘ ہی سنتے ہیں۔ جنگ پر بھیجے جانے والے امریکی نوجوانوں کی اکثریت متوسط طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ ان نوجوانوں کے خاندان سراپا احتجاج ہیں کہ ہمارے بچے جب بے گناہ عراقی بچوں کو مارنے جائیں گے تو خود بھی Body Bags میں واپس آئیں گے اور ہمارے ویت نام کے زخم ہرے کریں گے۔ جبکہ بش اینڈ گینگ وہائٹ ہاؤس کے خوبصورت آرام دہ ماحول میں بیٹھ کر تیل سے ہاتھ لگنے والی دولت کے حساب کتاب میں مصروف ہوگا۔ جارج بش نامی اس آؤٹ آف کنٹرول کاؤبوائے کے ننھے سے دماغ میں یہ بات نہیں آرہی کہ بچپن میں مینڈک مارنے کے جنون اور اب انسان مارنے کے شوق میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

عراق کے خلاف نیوکلیئر فورس استعمال کرنے کا مطلب ہے ’’نیوکلیئر آرمیگاڈان‘‘ کا آغاز آنے والی بے گناہ معصوم نسلوں کی شکل میں تابکاری کے بھیانک روپ اور دنیا کو ہیروشیما اور گیارہ ستمبر سے کہیں زیادہ بڑی تباہی سے دوچار کرنا۔ مزے کی بات یہ ہے کہ فری ورلڈ کا یہ ’’سویلائزڈ‘‘ لیڈر جس نیویارک کے ’’دکھ‘‘ میں تمام دنیا کو گراؤنڈ زیرو بنا دینے پر تُلا گیا ہے اس نیویارک میں سردی اور بھوک سے نڈھال سینکڑوں لوگ کچرے کے ڈھیر پر سے کھانا چنتے ہیں اور پبلک پارکوں اور ریلوے اسٹیشنوں کے کونے کھدروں میں یخ بستہ راتیں گزارتے ہیں۔ ۳۱ فیصدی نیویارکرز غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ تقریباً ایک ملین بچے شیلٹرز کے رحم وکرم پر زندہ ہیں۔ امریکہ بھر میں نیویارک وہ واحد اسٹیٹ ہے جہاں غربت اور امارت کے بیچ بہت بڑا خلاء ہے۔ منشیات‘ غربت اور بے گھری کے ریکارڈ امریکہ بھر میں نیویارکرز نے ہی توڑے ہیں۔ جن میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر ٹوٹنے کے باعث دن دونی رات چوگنی اضافہ ہی ہورہا ہے اور جارج بش اینڈ گینگ we're going to make our "nation safe from terrorists" کا راگ الاپ رہے ہیں کہ یہ بش کو بے ضرر انسان پورٹریٹ کرنے اور سیکنڈ ٹرم میں منتخب کرانے کے لئے بش انتظامیہ کے پاس اب تک سب سے زیادہ موثر الفاظ تھے لیکن حالیہ ہونے والے مظاہرے میں مظاہرین نے واشنگٹن کی سڑکوں پر صدائے احتجاج بلند کی ہے کہ ’’انتہا پسند اور دہشت گرد دراصل وہائٹ ہاؤس اور پینٹاگان میں ہیں۔‘‘ یہ انتہا پسند یہ دہشت گرد میڈیا سے لیکر کانگریس تک اس جنگ کو دہشت گردی کے خلاف جنگ‘ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے خلاف محاذ آرائی اور weapons of mass destruction سے نبرد آزمائی قرار دے رہے ہیں جبکہ سب جانتے ہیں کہ یہ صرف کورا اسٹوری ہے حقیقت صرف اور صرف مڈل ایسٹ اور اس کے تیل کے ذخائر پر غاصبانہ قبضہ ہے۔ وائس پریذیڈنٹ ڈک چینی یہ کہتے نہیں تھکتے کہ عراق نہ صرف weapons of mass destruction بنا رہا ہے بلکہ خود کو نیوکلیئر اسلحے سے بھی لیس کررہا ہے تاکہ وہ نہ صرف اپنا بچاؤ کرسکے بلکہ پورے مڈل ایسٹ پر حکمرانی اور تیل کی دولت بھی حاصل کرلے۔ یوں بات گھوم پھر کر تیل ہی پر آجاتی ہے کہ یہی بش اور اس کے جنگی جنون میں مبتلا گینگ کا ویک پوائنٹ ہے جس کے حصول کے لئے یہ پوری دنیا کو نیوکلیئر بلیک میل کرنے کا پورا حق رکھتے ہیں۔ 1980ء میں آیت اللہ خمینی نے ایرانی عوام کو خبردار کرتے ہوئے کہا تھا: ’’یاد رکھئے مغرب آپ کی نمازیں چھیننا نہیں چاہتا وہ تو آپ کی تیل کی دولت کے پیچھے ہے۔ میدان عمل میں آیئے‘‘۔

حضرت مجدد کی گرفتاری اور سزا

سید قاسم محمود

مولانا سید محمد میاں صاحب نے اپنی تصنیف ''علماء ہند کا شاندار ماضی'' میں حضرت مجدد کی کامیابی کے بارے میں ایک جملہ خوب لکھا ہے۔ جس نے پڑھا' فراموش نہ کر سکا۔ لکھتے ہیں: ''حضرت مجدد کی یہ جوڑ توڑ جس کو قرآن پاک کی زبان میں ''کید'' کہا جا سکتا ہے' بلاشبہ کامیاب رہی۔ ان کا اشارہ ہے اس قرآنی آیت کی طرف: ''اِنَّھُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا وَّاَکِیْدُ کَیْدًا (وہ لوگ اسلام کے خلاف جوڑ توڑ کرتے رہتے ہیں اور میں (اللہ) بھی جوڑ توڑ کرتا ہوں۔''

لیکن ان کی کامیابی بعض شخصیات اور جماعتوں کو ہرگز گوارا نہ تھی' مثلاً:

(1) ملکہ نور جہاں کو' جس کے سامنے تاج و تخت کے وارث کا سوال بھی سامنے آ گیا تھا۔ نور جہاں اپنے داماد شہر یار کو جہانگیر کے بعد تختِ شاہی پر جا گزیں دیکھنا چاہتی تھی۔ اس کے بر مقابل اسلام پسندی اور سُنّی مسلک ہونے کی وجہ سے حضرت مجدد اور ان کے پورے گروپ کو شاہجہاں سے وابستہ کر رکھا تھا۔

(2) روافض کی تردید سے متعلق حضرت مجدد کی جرأت مندانہ جدوجہد نے انہیں اور ان کے احباب کو نور جہاں کی نگاہ میں مقہور و معتوب کر دیا تھا۔

(3) سلسلہ نقشبندیہ کی ترغیب و تحریص' اتباعِ سنت پر خصوصی تاکید' سماع' غنا' رقص و سرور کی مخالفت نے صوفیانہ سلسلوں بالخصوص چشتیہ کو برافروختہ کر دیا تھا۔ جس نے سماع و غنا کو جائز قرار دے رکھا تھا۔

(4) جہانگیر کی حکومت کا دایاں بازو' جن میں ذی اثر امراء کے علاوہ مقتدر حکام بالا بھی شامل تھے' حضرت مجدد کو شکست دینے پر تُل گئے۔

(5) اس وقت تک حضرت مجدد کے شہرۂ آفاق ''مکتوبات'' کی پہلی اور دوسری جلد مرتب ہو چکی تھی' جن میں ان روحانی مقاماتِ سلوک کا بیان بھی ہے' جن کے سمجھنے کے لئے متصوفانہ صلاحیت و استعداد کی ضرورت ہے۔ مخالفین کو مقاماتِ مجددی کے سمجھنے کی توفیق تو کیا ہوتی' ہاں معاندانہ موشگافیوں کے ذریعے سے حضرت کے برخلاف سازش کرنے کا موقع بڑی ہوشیاری سے نکال لیا۔ کوئی صاحب تھے حسن خان افغان' کابل کے رہنے والے' وہ حضرت مجدد سے بیعت ہوئے۔ پھر حضرت کے کسی خادم سے ان کو آزردگی پیدا ہو گئی۔ طبیعت میں کجی تھی' ناراضگی کسی خادم سے تھی' مگر وہ خود حضرت مجدد سے آزردہ ہو کر اُن کی ایذ رسانی کے درپے ہو گئے۔ حکومت کے دائیں بازو کی تحریص بھی اُسے حاصل ہو گئی۔ اُس نے حضرت مجدد کے مکتوبات میں تحریف کی۔ کفر و زندیق کی عبارتوں کا اضافہ کر کے بیس نقلیں تیار کیں اور ہندوستان اور افغانستان کے مشہور علماء و مشائخ کے پاس وہ نقلیں ارسال کیں اور فتوے طلب کئے۔ حتیٰ کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی اس فتنے میں مبتلا ہو گئے اور حضرت مجدد کی تردید میں مضامین اور رسالے تحریر کئے۔

(6) وحدت الوجود کا مسئلہ جو صوفیا کے نزدیک عرصے سے اہم اور بنیادی چلا آ رہا تھا' حضرت مجدد نے اس کی تردید یا تصحیح کر کے شریعت کے مطابق دوسری حقیقت ''وحدت الشہود'' واضح کی۔ وجودی صوفیاء کہا کرتے تھے ''ہمہ اوست'' حضرت مجدد نے اصلاح کی ''ہمہ از وست'' صوفیاء کہتے تھے ''فنافی اللہ'' حضرت مجدد نے کہا' نہیں حقیقت یوں ہے: ''بقاباللہ''

قابلِ اعتراض مکتوب

ان تمام حالات کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت مجدد گرفتار کر لئے گئے۔ پہلا سبب ان کا مکتوب **11**' جلد اول بن گیا۔ یہ مکتوب حضرت نے اپنے شیخ خواجہ باقی باللہ کے نام تحریر فرمایا تھا' اور اس میں انہوں نے اپنے روحانی عروج کا ذکر کیا تھا۔ مخالفین کو زیادہ اعتراض ذیل کی عبارت پر تھا۔ (ترجمہ)

''دوسری عرض یہ ہے کہ اس مقام کے مشاہدے کے وقت اور بہت سے مقام ایک دوسرے کے اوپر ظاہر ہوئے۔ نیاز و عاجزی سے توجہ کرنے کے بعد جب اس پہلے مقام سے اوپر کے مقام میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت ذی النورین عثمان غنیؓ کا مقام ہے اور دوسرے خلفاء کا بھی اس مقام پر عبور ہوا ہے۔ اور یہ مقام بھی تکمیل و ارشاد کا مقام ہے اور ایسے ہی اس مقام سے اوپر کے دو مقام بھی' جن کا اب ذکر ہوتا ہے' تکمیل و ارشاد کے مقام ہیں اور اس مقام کے اوپر ایک اور مقام نظر آیا۔ جب اس مقام میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت فاروقِ اعظمؓ کا مقام ہے اور دوسرے خلفاء کا بھی وہاں عبور ہوا ہے اور اس مقام سے اوپر حضرت صدیق اکبرؓ کا مقام ظاہر ہوا۔ بندہ اس مقام پر بھی پہنچا اور اپنے مشائخ میں حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کو ہر مقام میں اپنے ہمراہ پاتا تھا اور دوسرے خلفاء کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے مقام سے بلند کوئی مقام سمجھ میں نہیں آیا تھا' البتہ مقامِ نبوت بے شک بلند و بالا تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے مقام کے برابر ایک دوسرا نہایت ہی نفیس اور بہت نورانی مقام نظر آیا' جس سے بہتر مقام کوئی نہیں دیکھا گیا تھا۔ مقامِ صدیقی سے وہ صرف اس قدر بلند تھا' جیسا کہ صدر مقام زمین سے کسی قدر بلند ہوا کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ مقام محبوبیت ہے۔ یہ مقام رنگین تھا اور منقش۔ اس مقام کا عکس پڑنے سے بندہ بھی خود کو رنگین اور منقش پا رہا تھا۔ پھر رنگینی اور نقش و نگار کی اس کیفیت کے باوجود خود کو لطیف محسوس کرنے لگا اور ہوا یا ابر کے ٹکڑے کی طرح اپنے آپ کو آفاق میں منتشر محسوس کرنے لگا اور اسی حالت میں کنارے پر جا لگا۔ حضرت خواجہ بزرگ مقامِ صدیقؓ میں رہے اور میں اپنے آپ کو اس کے برابر کے مقام میں مذکورہ کیفیت کے ساتھ دیکھتا رہا''۔

حضرت مجدد کے مخالفین نے موقع غنیمت جانا اور حضرت مجدد کا یہ مکتوب جہانگیر کے سامنے پیش کر دیا' اور بادشاہ کو یہ سمجھایا کہ سرہند کا شیخ احمد خود کو حضرت صدیق اکبرؓ سے بہتر اور بالاتر جانتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا مقام حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مقام سے بلند ہے۔ جہانگیر بہت رنجیدہ ہوا اور اپنے پاس طلب کیا۔

جہانگیر کے روبرو اور انعام و اکرام

بادشاہ نے حضرت مجدد سے استفسار کیا کہ یہ کیا قصہ ہے۔ حضرت مجدد نے جواب دیا: ''جس طرح اہلِ سنت کے نزدیک وہ شخص سُنّی نہیں جو حضرت علیؓ کو حضرت صدیق اکبرؓ سے افضل قرار دے۔ صوفیہ کے نزدیک وہ شخص صوفی نہیں جو خود کو کتے سے بہتر جانے جو خبیث ترین مخلوق ہے' چہ جائیکہ وہ خود کو حضرت صدیق اکبرؓ سے افضل سمجھے......

جو کچھ مکتوب میں تحریر ہوا ہے' مقاماتِ سلوک کے سیر و عروج کا ذکر ہے جو صوفیہ کو پیر و دستگیر کی توجہ سے حاصل ہوا کرتا ہے۔ صوفیا کا یہ عروج ایسے مقامات پر تھوڑی دیر کے لئے ہوتا ہے۔ آپ کے دربارِ شاہی میں امراء رات دن حاضر رہتے ہیں اور اگر کسی وقت کسی ضرورت یا مصلحت سے سپاہی کو طلب کر کے بادشاہ اس کو ہم کلامی کا شرف بخشتے تو وہ محض عارضی ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد سپاہی اپنی جگہ پر پہنچ

جاتا ہے۔ اسی عارضی قرب کی وجہ سے سپاہی کا درجہ مقربِ سلطانی سے بلند نہیں مانا جا سکتا۔ اسی طرح ہم لوگوں کا عروج ایک وقتی کیف ہوتا ہے۔ اس کیف کے ختم ہو جانے پر سرہند کا وہی پرانا جھونپڑا اپنا مقام ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو پہچانتے ہوئے اس بلند و بالا مقامِ صدیق کے مالک یعنی صدیقِ اکبرؓ سے افضل ہونے کا تصور بھی ناممکن ہے..... علاوہ ازیں اسی مکتوب میں' میں نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اس مقام کے عکس سے میں نے خود کو رنگین پایا۔ نورِ آفتاب اور اس سے منور ہونے کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ آفتاب' آفتاب ہی ہے۔ زمین پر اس کی روشنی پڑ جاتی ہے تو روشن ہو جاتی ہے۔ مگر کیا زمین آفتاب کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتی ہے؟''

ان دلائل سے حضرت مجدد نے جہانگیر کو مطمئن کر دیا۔ چنانچہ بادشاہ نے سزا دینے کی بجائے اعزاز و اکرام سے واپس کیا۔

حضرت مجدد کو سزائے قید

مخالفین کے لئے یہ شکست ناقابلِ برداشت تھی۔ اب انہوں نے دوسری چال چلی۔ بادشاہ سے کہا کہ شیخ احمد نے ہزاروں جاں نثار مرید اپنے گرد جمع کر لئے ہیں۔ خطرہ ہے کہ ملک میں کوئی فتنہ کھڑا کر دے۔ وہ ایک متکبر اور مغرور شخص ہے۔ اس کی نیت کی خرابی کی تصدیق اس بات سے ہو سکتی ہے کہ سجدۂ تعظیمی' جو بادشاہ جہاں پناہ کے لئے جائز مانا جاتا ہے' وہ اس کا منکر ہے۔ اس سے پہلے بھی بادشاہ کی تکریم و تعظیم سے انکار کیا' اور آپ جب چاہیں آئندہ بھی امتحان فرما لیجئے۔ وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بھی سر نہیں جھکائے گا۔

بادشاہ جہانگیر کے لئے یہ سیاسی خطرہ مذہبی خطرے سے زیادہ تشویش ناک تھا۔ چنانچہ دوبارہ حضرت مجدد کو طلب کیا گیا۔ دربارِ شاہی میں حضرت مجدد کے بعض دیگر مکاتیب کی عبارتیں' جو ان کوتاہ فہموں کی عقل و فہم سے بالا تھیں' توڑ مروڑ کر پیش کیں۔ کچھ علماء کے فتوے بادشاہ کی نظر سے گزارے' جن میں مولانا عبدالحق محدث دہلوی کے تردیدی مضامین بھی تھے۔

جب حضرت مجددؒ دوسری مرتبہ دربارِ شاہی میں پہنچے تو درباری ادب آموزوں نے شاہانہ آداب بجا لانے کی ہدایت کی۔ جب تخت بوسی اور سجدۂ تعظیمی کی فرمائش کی گئی تو حضرت نے سختی سے انکار کر دیا۔ مورخین کا کہنا ہے کہ بادشاہ نے پھر بھی ''تحمل'' سے کام لے کر قید خانے میں بھیج دیا۔ شاہزادہ خرم شاہجہاں کو حضرت سے بہت زیادہ عقیدت تھی۔ اس نے اپنے خاص معتمد افضل خاں کو حضرت مجدد کی خدمت میں بھیجا اور فقہ کی کتابیں ان کے ساتھ کر دیں اور عرض کیا کہ جبکہ علماء نے سجدۂ تعظیمی کو جائز قرار دیا ہے۔ اگر جنابِ والا' بادشاہ سے ملاقات کے وقت سجدہ کر لیں تو میں ذمہ دار ہوں کہ جناب کو کوئی گزند نہ پہنچے گا۔

مگر حضرت مجدد نے فرمایا: ''جان بچانے کے لئے یہ بھی جائز ہے' مگر اصل یہی ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ نہ کیا جائے۔'' جہانگیر نے قید و بند پر بس نہیں کی بلکہ حضرت مجدد کا گھر بار بھی لوٹنے کا حکم دیا۔ عام مورخین مقدمے اور گرفتاری کی یہ روداد پیش کرتے ہیں۔ مگر وہ سیاسی ڈپلومیسی بھی ملاحظہ فرمایئے' جس پر جہانگیر کاربند ہے۔ ''تزکِ جہانگیری'' کے متعلق عبارت کا ترجمہ: ''انہی ایام میں 14 جلوس مطابق جمادی الآخر 1028ھ میں عرضی پیش کی گئی کہ شیخ احمد نامی ایک مکار نے سرہند میں مکر و فریب کا جال بچھا کر بہت سے بے معنی ظاہر پرستوں کو شکار کر کے اپنے مریدوں میں سے ایک ایک کو جو دکان آرائی' معرفت فروشی اور مردم فریبی میں دوسروں کے مقابلے میں بہت پختہ ہیں' ہر شہر اور قصبے میں بھیج رکھا ہے اور اپنے مریدوں اور معتقدوں کے نام کچھ چکنی چپڑی باتیں لکھ کر ایک کتاب مرتب کی ہے' جس کا نام ''مکتوبات'' رکھا ہے اور اس مہملات کی متنازعہ کتاب میں بہت سے بیکار مقدمات لکھے ہیں جو کفر و زندیقہ کی حد تک پہنچا دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ حضرت فاروقؓ کے مقام سے گزر کر حضرت صدیقِ اکبرؓ کے مقام پر عبور ہوا...... پھر لکھا ہے کہ مقامِ صدیق سے گزر کر مقامِ محبوبیت پر واصل ہوا اور ایک دوسرا مقام مشاہدے میں آیا' نہایت رنگین اور منور..... استغفر اللہ' مطلب یہ ہے کہ مقامِ خلفاء سے گزر کر ایک بلند مرتبے پر پہنچا اور بہت سی دوسری گستاخیاں بھی کی ہیں جن کا درج کرنا طول رکھتا ہے اور ادب سے دور ہے۔ اسی بناء پر میں نے حکم کیا کہ ''درگاہِ عدالت آئین'' میں حاضر کریں۔ حسب الحکم وہ حاضر خدمت ہوا اور جو کچھ دریافت کیا' اس کا معقول جواب نہ دے سکا۔ عقل و دانش کے فقدان کے باوجود ظاہر ہوا کہ مغرور ہے اور خود پسند بھی۔ میں نے دیکھا کہ اس کی حالت کی اصلاح صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ چند روز زندان میں محبوس رہے' تاکہ اس کے مزاج کی شوریدگی اور اس کے دماغ کی آشفتگی کسی قدر سکون پذیر ہو اور عوام کی سوزش بھی دب جائے۔ مجبوراً انی رائے سنگدھن کے حوالے ہوا کہ قلعہ گوالیار میں قید رکھیں۔''

میاں جمیل احمد شرق پوری اس واقعے پر روشنی ڈالتے ہوئے ''ارشاداتِ مجددؒ'' میں لکھتے ہیں: ''جہانگیر کو مذہبی مخالفت سے زیادہ سیاسی خطرہ نظر آیا تو اس نے پہلے حضرت کے معاونین و معتقدین کو دربار سے دور دراز مقامات پر تبدیل کر دیا۔ پھر آپ کو دربار میں طلب کیا اور آدابِ شاہانہ یعنی ظلِ سبحانی کو دربار میں سجدہ کرنے کا مطالبہ کیا۔ لیکن سرکارِ دو عالمؐ کا ایک نائب اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں جھکنے والا سر بادشاہِ ہند کے سامنے کس طرح زمین بوس ہو سکتا تھا۔ حضرت امام کو تمام شاہی جاہ و جلال اور کرّ و فرر مرعوب نہ کر سکے۔ آپ کی حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی جوش میں آئی۔ آپ نے فرمایا: ''اے جہانگیر! یہ ایک کھلی ہوئی ضلالت ہے کہ میں اپنے جیسے ایک مجبور انسان کو قابلِ سجدہ سمجھوں' جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات کے سوا کسی کے سامنے سجدہ جائز نہیں۔'' یہ ایمان افروز نعرۂ حق سن کر جہانگیر گھبرایا۔ یہ اس کی توقع کے خلاف تھا کہ بھرے دربار میں ایک درویش اس کے حکم سے اس طرح سرتابی کرے گا' بلکہ اسے اندازِ بے باکی سے ٹوکے گا' کچھ حاشیہ نشینوں کا بغض اور تعصب بھی رنگ لایا۔ وہ تو پہلے ہی ایذا رسانی کے درپے تھے۔ شاہی ایماء سے علمائے دربار نے حضرت امام کے قتل کا فتویٰ دے دیا اور جہانگیر نے اس کی تصدیق کر دی' لیکن کچھ سوچ کر حضرت کو گوالیار کے قلعے میں نظر بند کر دیا اور حضرت کا گھر بار لوٹ لینے کا حکم صادر کیا۔''

حضرت مجددؒ کے سجدۂ تعظیمی سے انکار کے متعلق علامہ اقبال نے ''بالِ جبریل'' کی ایک نظم ''پنجاب کے پیرزادوں سے'' میں کیا خوب کہا ہے۔

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

صحبتِ نبوی کا فیضان

جو لوگ حضور ﷺ کے گرد جمع ہوئے ان کو آپؐ نے صوفی اور درویش نہیں بنایا' راہبوں اور جوگیوں کے نقشے پر نہیں ڈھالا' بدی سے بھاگنے اور غالب قوتوں سے خوف کھانے اور دولت اقتدار سے مرعوب ہونے والی ذہنیت انہیں نہیں دی۔ وہ لوگ بھولے بھالے اور معذورانہ شان کے زہاد نہیں تھے۔ وہ جری اور بے باک' باشعور اور بصیرت مند' خود دار اور غیور' ذہین اور زیرک' فعال اور متحرک' پیش رو اور تیز گام تھے۔ وہ پادریوں اور سادھوؤں سے انداز نہیں رکھتے تھے بلکہ کارفرما بننے والی صلاحیتوں سے آراستہ تھے۔
(جناب نعیم صدیقی کی کتاب ''محسنِ انسانیتؐ'' سے اقتباس)

بسنت اور پتنگ بازی: تاریخ و پس منظر

حافظ ابرار الرحمن طلحہ

بسنت سنسکرت کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے بہار۔ جب موسم سرما رخصت ہونے لگے سرسوں کے پھول کھل اٹھیں تو یہ موسم بسنت رت کہلاتا ہے مثل مشہور ہے ''آئی بسنت پالا اڑنت'' اسی موسم کی مناسب سے پیلے رنگ کو بسنتی رنگ کہتے ہیں۔

موسم بہار یا بسنت رت ہر معاشرے میں خصوصی اہمیت کا حامل رہا ہے چونکہ موسم میں اعتدال ہوتا ہے' پھول کھل اٹھتے ہیں۔ فصل پک جاتی ہے قدیم دور کا انسان اس کی آمد پر بہت خوش ہوتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ بہار کی آمد میں دیوتاؤں کی مہربانی کارفرما ہے چونکہ تمام اعتقادات دیوی' دیوتاؤں سے ہی منسوب تھے اس لئے وہ دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے مختلف انداز سے اپنی مذہبی رسومات بجالاتا۔

ہندو مذہب کے معتقدات' رسومات' میلوں اور دیگر مذہبی تہواروں کا ذکر کرتے ہوئے مسلمان مورخ ''البیرونی'' لکھتے ہیں کہ ''عید بسنت'' بیساکھ میں منائی جاتی ہے اس مہینے استواء ربیعی ہوتا ہے جس کا نام بسنت ہے۔

حساب سے (جوتش اور علم نجوم کے ذریعے) اس وقت کا پتہ لگا کر اس دن عید کرتے ہیں اور برہموں کو کھلاتے ہیں۔ ہندوؤں کی قدیم تاریخ ثابت کرتی ہے کہ بسنت اور پتنگ کا باہم کوئی تعلق نہیں تھا۔ پتنگ بازی کے ایک حامی کا لکھنا ہے کہ مستند روایت یہی ہے کہ اس کی ابتداء چین سے ہوئی۔ تاریخ دانوں کا خیال ہے کہ چین اور کوریا سے آنے والے بدھ پادریوں نے اسے مذہبی میلوں میں متعارف کروایا۔ چنانچہ بدھ مت چینی اور جاپانی لوگ ایک خاص دن پتنگ بازی کا جشن مناتے ہیں چین میں ہر سال 9 ستمبر کو اور جاپان میں 5 مئی کو پتنگ بازی کا دن منایا جاتا ہے۔

ایک ہندو مورخ ایس پی بخار نے اپنی ایک کتاب Mughal's punjab the later میں لکھا ہے کہ 1759ء تا 1709ء پنجاب کا گورنر ذکریا خان تھا۔ انہی دنوں ایک کھتری لڑکے ''حقیقت رائے باگھل پوری'' نے سرور کائنات حضرت محمدؐ کے خلاف دشنام طرازی کی۔ معاملہ عدالت تک پہنچ گیا مسلمان قاضی نے اسے سزائے موت سنائی چنانچہ گھوڑے شاہ میں اسے پھانسی دی گئی۔ یہ سال 1734ء کا واقعہ ہے اور بعد ازاں خالصہ کیمونٹی نے آخر کار اس کا انتقام تمام مسلمانوں کو جو اس واقعہ سے متعلق تھے انتہائی بے دردی سے قتل کر کے لیا۔''

اسی کتاب میں صفحہ نمبر 279 پر ڈاکٹر ایس پی بخار رقم طراز ہیں۔ ''پنجاب میں بسنت کا میلہ اسی ''حقیقت رائے'' کی یاد میں منایا جاتا ہے۔ پتنگ بازی اور ڈور سازی کے ادارے کے ایک مالک نے بتایا کہ صرف لاہور میں بسنت پر زندہ دلان لاہور پچاس کروڑ روپے صرف کرتے ہیں ایک محتاط اندازے کے مطابق سال بھر میں لاہور میں ہی ایک ارب روپے سے زائد رقم اس مد میں ضائع ہوتی ہے۔

قارئین غور کیجئے! جس ملک کے ذمے تقریباً ایک کھرب ڈالر قرض ہو چکا ہو جس کا ہر فرد 2000 روپے کا پیدائشی مقروض ہو کیا ایسی قوم کو اپنا اربوں روپیہ صرف کاغذ تنکوں کے کھیل کھیلنے میں اڑا دینے چاہئیں؟ ملک میں آئے روز بے روزگاری سے تنگ آ کر خودکشی کے واقعات رونما ہو رہے ہیں جہاں غریب اور مفلس لوگ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے کوڑے میں پھینکی گلی سڑی چیزیں کھانے پر مجبور ہوں۔ وہاں جشن بہاراں یا بسنت کے نام پر ارباب حکومت اور امراء سیاسی وڈیرے اور جاگیردار اعلیٰ ہوٹلوں میں ڈانس' شراب' موسیقی اور پتنگ بازی پر اربوں روپیہ اڑا دیں؟

پتنگ بازی کے لئے زیادہ تر ڈور سمگل ہو کر پاکستان میں آتی ہے چار پانڈا' سات پانڈا' آٹھ پانڈا' ایک ریچھ' دو ریچھ' پانچ ریچھ' سات ریچھ' دو مچھلی' پانچ مچھلی اور آٹھ مچھلی زیادہ مشہور اور پسندیدہ ہیں۔ پہلے بھارت سے زیبرا اور پانے منولا کے دھاگے بھی آتے تھے اور وہ اچھے جانے جاتے تھے۔ پانڈا مضبوط ترین ڈور ہے کیونکہ اس کی موٹائی زیادہ ہوتی ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آخر خالی پتنگ اڑانے میں کیا حرج ہے؟ بظاہر یہ دلیل کچھ اچھی لگتی ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے اسلام میں صرف وہ امور جائز ہیں جن میں کوئی نہ کوئی اخروی فائدہ موجود ہو یا وہ اخروی فائدے کے حصول کا ذریعہ ہوں۔ اگر یہ مقاصد نہ ہوں تو یہ کام کھیل کود تماشا ہیں قرآن حکیم نے لہولعب کی مذمت کی ہے کھیلوں میں بھی یہی اصول کارفرما ہے۔ جو کھیل انسان میں چستی' توانائی شجاعت اور ذہانت پیدا کرتے ہیں ان میں حاصل کی ہوئی مہارت کا غالب حصہ دفاع مال' دفاع آبرو' یا دفاع ملت میں کام آ سکتا ہے۔ اگر بہار کا جشن ہے تو بھی غیر مسلموں کا شیوہ ہے کہ وہ کسی موسم کی آمد پر جشن منائیں۔ اگر یہ صرف خوشی ہے تو اسلام نے دو عیدوں کے علاوہ کسی جشن کی اجازت نہیں دی۔ اگر یہ میلہ مویشیاں واسپاں ہے تو بھی یہ غیر مسلموں کی نقل ہے بلکہ یہ بھی میلہ بسنت ہی کا حصہ ہے۔ خود اسلامی تہواروں میں مذہبی عنصر کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اسلام نے انہیں دوسری اقوام کے تہواروں کی طرح موسم سے نہیں بلکہ عبادت سے جوڑا ہے چونکہ اسلامی تہوار قمری تقویم کے مطابق ہیں اس لئے سال کے ہر موسم میں بدل کر آتے ہیں یوں ان کا تعلق موسم سے خود بخود کٹ جاتا ہے۔ اسلام میں جشن یا تہوار منانے کے صرف دو ایام ہیں ''عید الفطر اور عید الاضحیٰ''

کل اور آج

کشمیر ہمارا ہے

کرم داد خان بلوچ

کل تک کشمیر جنت نظیر تھا آج جہنم نظیر ہے' کل تک کشمیر عدل و انصاف تھا آج ظلم و ستم اور تشدد کا بازار گرم ہے' کل تک وادیٔ کشمیر گل و لالہ سے بھری تھی' کشمیر کی گل پوش وادیاں گل و نسترن سے مہک رہی تھیں آج ان وادیوں میں شہیدوں کی بے گور و کفن لاشیں بکھری پڑی ہیں۔ وہ چشمے جس میں کل تک شفاف و شیریں پانی بہہ رہا تھا آج وہی چشمے خون اُگل رہے ہیں۔ شفاف نہریں جن میں کل تک سرو کے درختوں کا عکس دکھائی دیتا تھا آج شہداء کے لہو سے سرخ ہو چکے ہیں۔ جہاں کل تک نسیم سحر کے سرد جھونکے روح کو ایک نئی تازگی بخشا کرتے تھے اب ان میں آنسوؤں کا راج ہے۔ کل تک جن فضاؤں میں سیٹیاں بجاتی ہوئی ہوائیں تھیں آج وہاں گولیوں کی تڑتڑاہٹ کی صدائیں ہیں۔ کل تک جہاں گل و بلبل محفل سجاتے تھے آج وہاں کرفیو کی چڑیل پنجے جمائے بیٹھی ہے۔ الغرض آج وہ دن آ چکا ہے کہ کشمیر میں ہندو بنیے اپنے پاپی باپ راجہ داہر کی تاریخ دہرا رہے ہیں۔ انڈین آرمی کے جہنمی وردیوں میں ملبوس یہ مہذب انسان نما بھیڑیے مسلمانوں کے گھر پر دھاوا بولتے ہیں اور قیمتی ساز و سامان شیر مادر سمجھ کر چاٹ جاتے ہیں اور گھروں کو نذر آتش کر کے کوئلہ بنا دیتے ہیں۔ بھارتی فوج کے یہ درندے راتوں کو مسلمانوں کے گھروں پر حملہ بولتے ہیں اور عفت مآب خواتین کی اجتماعی عصمت دری کر کے اپنے پیشوا راجہ داہر کی بدروح کو خوش کرتے ہیں۔ آج وہاں اسلام سے محبت کے جرم میں حریت پسندوں کو بجلی کی ننگی تاریں لگا کر تڑپا تڑپا کر ہلاک کیا جا رہا ہے۔ حریت پسندی کی پاداش میں دانت توڑے اور کھال ادھیڑی جا رہی ہے۔ غلامی سے نفرت کے جرم میں جنسی طور پر معذور بنایا جا رہا ہے۔ ظالم ہندوؤں کے یہ تمام مظالم اور ہتھکنڈے امت مسلمہ کو دعوت جہاد دے رہے ہیں۔ کشمیر کی یہ وادیاں پوچھتی ہیں کہ کیا اب مسلمانوں میں کوئی غزنوی نہیں۔ کیا اب مسلمانوں میں غیرت مندی نہیں رہی۔ کیا مسلمان بے حس ہو چکے ہیں۔ اے غزنوی کے بیٹو' اے اسلام کے جانثارو! اٹھو اور ہندو بنئے کے چیلنج کو مردانہ وار قبول کرتے ہوئے اسے جواب دو کہ ہم میں ابھی جذبہ باقی ہے۔ اے محمد ﷺ کے وارثو! مکار ہندوؤں کو بتا دو کشمیر آزاد تھا' آزاد ہو کر رہے گا' کشمیر ہمارا تھا' ہمارا ہی رہے گا۔

شہد: فیہ شفاء للناس

عبدالرحمن صدیقی شیخوپورہ

زمانہ قدیم سے شہد کا استعمال چلا آ رہا ہے' قرآنِ کریم کے آنے سے قبل اس کے اندر طبی فوائد سے کوئی بھی پوری طرح واقف نہیں تھا۔ قرآنِ کریم نے اس کے اندر چھپے ہوئے طبی فوائد کی نشاندہی کر کے طبی دنیا کے ماہرین کو حیرت میں ڈال دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ○ ثُمَّ کُلِیْ مِنَ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ﴾ (النحل: ٦٩-٦٨)

''اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ وہ پہاڑوں' درختوں اور ان چھتوں میں گھر بنائے (جو اس کے لئے بنائے جاتے ہیں) پھر ہر قسم کے میوؤں میں سے کھا۔ پھر اپنے رب کی تجویز کردہ راہوں پر چل ان کے پیٹ سے پینے کی ایک ایسی چیز نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے۔ بے شک اس میں فکر کرنے والوں کے لئے نشانی ہے۔''

قرآن کریم نے شہد کے بارے میں ﴿فیہ شفاء للناس﴾ کہہ کر اس کو نہ صرف بطور دوا استعمال کرنے کی ترغیب دی بلکہ طب کے پیشے سے منسلک افراد کو شہد کے طبی فوائد اور مختلف بیماریوں کے لئے اس کی افادیت معلوم کرنے کی طرف بھی راغب کرنے کی کوشش کی۔

رسولِ کریم ﷺ نے بھی مختلف احادیث میں اس کی طبی خصوصیات کے بارے میں ہدایات دی ہیں۔ چند احادیث قارئین کے لئے پیش کی جاتی ہے۔

((اِنْ کَانَ فِیْ شَیْءٍ مِنْ اَدْوِیَتِکُمْ خَیْرٌ' فَفِیْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ اَوْ شَرْبَةٍ مِنْ عَسَلٍ)) (ابن ماجه' کتاب الطب' باب العسل)

''تمہاری دواؤں میں اگر کسی چیز میں بھلائی کا کوئی عنصر پایا جاتا ہے تو وہ پچھنے لگانے اور شہد پینے میں ہے''۔

((عَنْ اَبُوْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَدْ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ اِنَّ اَخِی اسْتَطْلَقَ بَطْنُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَسْقِهٖ عَسَلًا فَسَقَاهُ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ اِنِّیْ سَقَیْتُهٗ فَلَمْ یَزِدْهُ اِلَّا اسْتِطْلَاقًا فَقَالَ لَهٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ جَاءَ الرَّابِعَةَ فَقَالَ اَسْقِهٖ عَسَلًا فَقَالَ لَقَدْ سَقَیْتُهٗ فَلَمْ یَزِدْهُ اِلَّا اسْتِطْلَاقًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَدَقَ اللّٰهُ وَکَذَبَ بَطْنُ اَخِیْکَ فَسَقَاهُ فَبَرَاَ)) (صحیح بخاری کتاب الطب' باب الدواء بالعسل)

''ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اس کے بھائی کو اسہال کی شکایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے شہد پلاؤ۔ وہ پھر آ کر کہنے لگا کہ شہد پینے سے اس کے اسہال میں مزید اضافہ ہوا۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ اسے شہد پلاؤ اسی طرح تین مرتبہ وہ شخص آیا چوتھی بار آپؐ نے فرمایا جاؤ اسے شہد پلاؤ اللہ نے سچ کہا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹ کہتا ہے اس شخص نے پھر شہد پلایا اور وہ ٹھیک ہو گیا''۔

جدید طب تحقیق کے بعد کہتی ہے کہ شہد میں غذائیت کے تقریباً وہ تمام اجزاء شامل ہیں جن کی ضرورت انسانی جسم کو پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ انسانی جسم کو جتنی بھی کیمیائی مرکبات کی ضرورت پڑتی ہے ان میں سے تقریباً ہر عنصر شہد میں موجود ہوتا ہے۔ انسانی صحت کو برقرار رکھنے اور کمزوری دور کرنے کے لئے وٹامن بی کی مختلف اقسام کی ضرورت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے شہد میں وٹامن بی کی تقریباً تمام قسمیں بڑی وافر مقدار میں فیاضی کے ساتھ جمع کی ہیں۔

((عَلَیْکُمْ بِالشِّفَاءَیْنِ الْعَسَلِ وَالْقُرْآنِ)) (ابن ماجه)

''تمہارے لئے شفا کے دو مظہر ہیں شہد اور قرآن''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَعِقَ الْعَسَلَ ثَلَاثَ غَدَوَاتٍ کُلَّ شَهْرٍ لَمْ یُصِبْهُ عَظِیْمٌ مِنَ الْبَلَاءِ)) (سنن ابن ماجه کتاب الطب باب العسل)

حرارے/کیلوری فی 100 گرام	315
کاربوہائڈریٹ فی 100 گرام	76.5تا74.4
پروٹین فی 100 گرام	2.67تا0.3
کیلشیم فی 100 ملی گرام	8تا7.7
فاسفورس	23.3تا12
سلفر (گندھک)	0.8
کلورین	26.3
لوہا (آئرن)	0.2تا0.9
پوٹاشیم	35
سوڈیم	7.1
میگنیشیم	2.0
تانبا	.04
وٹامن بی1	0.01
وٹامن بی2	0.04
وٹامن بی3	0.2
وٹامن سی	4
سکروز	12تا80فیصد
آسان ساخت کی مٹھاس	60تا93فیصد

کسی ایک علاقے کے شہد کی اجزائے ترکیبی کسی دوسرے علاقے سے مختلف ہو سکتی ہے۔ یہاں تک کہ رنگ اور ذائقہ کے اختلافات بھی علاقوں کے رد و بدل کی بنا پر بدل سکتے ہیں۔

(C.PDadant, first lesson is bee keeping, p : 32 Journal printnting co.USA. 1954)

شہد یرقان (Jaundice) اور امراض جگر (Hepatitis) کے لئے:

یرقان کے مریضوں کو ابلے ہوئے پانی میں شہد پلایا گیا اور وہ سب کے سب شفایاب ہو گئے اس کے علاوہ تپ دق (T.B) کے مریضوں کے لئے شہد ایک بہترین ٹانک کے طور پر کارآمد پایا گیا' دل کے مریضوں کو شہد پلا کر ان کے درد کی شدت میں کمی پائی گئی۔

استسقاء جگر کا ایک موذی اور خطرناک مرض ہے۔ اس مرض میں پیٹ میں پانی بھر جاتا ہے اور پھر ڈاکٹر سرنج کے ذریعہ مریض کے پیٹ سے پانی نکالتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس مرض کو کم کرنے کی صلاحیت رکھی ہوئی ہے شہد کے مسلسل استعمال سے اس مرض سے نجات مل سکتی ہے اگرچہ شہد کے ذریعہ علاج ذرا طویل ہے مگر افاقہ ضرور ہوتا ہے۔

شہد اور امراض جان

نبی کریم ﷺ نے پیٹ کے درد اور اسہال کی شکایت رفع کرنے کے لئے شہد کا استعمال تجویز فرمایا۔ شہد میں مٹھاس کے باوجود یہ ذیابیطس کے مریضوں کے لئے مضر نہیں کیونکہ شہد میں Dextrose کے ساتھ شہد کی مکھی کے منہ سے ایک خاص قسم کا مادہ خارج ہوتا ہے جو شہد کی مٹھاس کو ذیابیطس کے مریضوں کے لئے مفید بنا دیتا ہے۔

شہد بحیثیت جراثیم کش Antiseptic

جرمنی میں حال ہی میں تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ شہد میں ایک جراثیم کش عنصر پایا جاتا ہے جس کو پروپلس (Proplis) کہتے ہیں۔ یہ عنصر پیپ پیدا کرنے والے

جراثیم کو مارتا ہے اس بناء پر یہ ناک کان اور گلا (E.N.T) اور نظام تنفس کے سوزشوں کے لئے مفید ہے۔ زکام اور انفلوائنزا کے وائرس میں شہد کی وجہ سے خود بخود مر جاتے ہیں اور مریض بہت جلد صحت یاب ہو جاتا ہے۔

آنکھوں کی عام جلن اور سوزش کے لئے ایک سلائی خالص شہد میں ڈبو کر آنکھوں میں لگانے سے آنکھوں کی سوزش اور جلن نہ صرف ختم ہو جاتی ہے بلکہ آنکھوں کو ٹھنڈک بھی محسوس ہونے لگتی ہے۔ چونکہ شہد میں کسی بھی قسم کا بیکٹریا زندہ نہیں رہ سکتا لہٰذا مختلف قسم کی دوائیوں اور چیزوں کو سٹور کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

شہد کی مکھیاں اور دوائی کی جڑی بوٹیاں

آج کل جڑی بوٹیوں سے دوائی بنانے کے لئے کیمیاوی طریقے استعمال کئے جاتے ہیں ان پودوں کے پھلوں، پھولوں، تنوں اور پتوں سے کیمیاوی اجزاء کے ذریعہ ان کے جوہر اور خلاصے حاصل کئے جاتے ہیں شہد کی مکھی میں اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ ہر مفید پودے کے پھولوں سے رس چوس کر اس سے شہد بناتی ہے۔ اور یوں اس شہد میں اس پودے کا جوہر اپنی بہترین شکل میں موجود ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی علاقے میں دوائی کی مخصوص جڑی بوٹیاں پائی جاتی ہوں تو شہد کی مکھی کے ذریعہ قدرتی طریقہ پر ان جڑی بوٹیوں کے جوہر اور خلاصے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اور اس طرح اس مخصوص علاقے کا شہد نہ صرف شہد ہوتا ہے بلکہ اس مخصوص جڑی بوٹیوں کا بہترین جوہر بھی ہوتا ہے۔ اور وہ مخصوص مرض کے لئے بہترین دوا بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے شہد کی مکھی کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔

((نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ قَتْلِ اَرْبَعٍ مِنَ الدَّوَابِّ النَّمْلَةُ وَالنَّحْلَةُ وَالْهُدْهُدُ وَالصُّرَدُ)) (سنن ابو داؤد باب الادب)
"چیونٹی، شہد کی مکھی، ہد ہد اور چڑی مولا"۔

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی ملتان کی ماہانہ شب بسری

یہ پروگرام 25 جنوری بروز ہفتہ منعقد ہوا۔ نقباء کی یہ ذمہ داری لگائی گئی تھی کہ وہ اپنے رفقاء سے خصوصی رابطہ کریں تاکہ یہ پروگرام کامیاب ہو سکے۔ تشہیر کے لئے تقریباً 400 دعوت نامے لوگوں میں تقسیم کئے گئے۔

پروگرام کے مطابق مغرب تا عشاء درس قرآن ہوتا ہے لیکن اس دفعہ تنظیم اسلامی ملتان کے امیر جناب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی نے پہلی مرتبہ وائٹ بورڈ کی مدد سے درس کو ایک لیکچر کی صورت میں دیا۔ جس کا موضوع "دینی فرائض کا جامع تصور" تھا۔ انہوں نے اپنے موضوع کا حق ادا کیا۔ اور بڑے ہی سلیس انداز میں دعوت رب، شہادت علی الناس اور اقامت دین کی اہمیت کو شرکاء کے سامنے پیش کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ فرائض کے لوازم یعنی جہاد مع النفس، جماعت اور بیعت کی اہمیت کو بھی اجاگر کیا گیا۔ مجموعی طور پر شرکاء نے اس طریقہ کو بہت ہی پسند کیا ان شاء اللہ آئندہ شب بیداری میں بھی یہی طریقہ استعمال کیا جائے گا۔ اس پروگرام میں شرکاء کی تعداد 100 کے لگ بھگ رہی۔

بعد نماز عشاء محترم محمد سلیم اختر نے موسیقی اور گانے بجانے کے متعلق احادیث سنائیں۔ اور انہوں نے واضح کیا کہ موجودہ دور کی موسیقی روح کی غذا نہیں بلکہ روح کے لئے بمنزلہ موت ہے۔ آج کے دور میں تمام آلات موسیقی شیطان کے ہتھکنڈے ہیں جن سے ہمیں بچنا چاہئے۔ یہ درس حدیث پندرہ منٹ پر مشتمل تھا۔

جناب پروفیسر محمد اکبر نور نے "موجودہ عالمی حالات اور ہمارا لائحہ عمل" کے موضوع پر اپنا مقالہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ آج امریکہ فرعون وقت کا کردار ادا کر رہا ہے۔ افغانستان کی تباہی و بربادی کے بعد آج وہ عراق کے سر پر کھڑا ہے۔ شنید ہے کہ عراق کے بعد پاکستان کی باری ہے۔ لہٰذا ہمیں وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اس ملک میں اللہ کے دین کو نافذ کرنا چاہئے اور امت مسلمہ میں اتحاد و یگانگت کی وہ فضا پیدا کرنی چاہئے امریکہ کو آئندہ کسی بھی مسلم ملک کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہ ہو۔

اس کے بعد موجودہ حالات کے موضوع پر کالم نگار جناب جاوید چودھری کے ایک کالم کا مطالعہ کیا گیا۔ پھر "کتاب زندگی" کے عنوان سے ایک مضمون کا مطالعہ ہوا حلقہ پنجاب (جنوبی) کے امیر جناب سعید اظہر عاصم کی طرف سے ایک عدد دیدہ زیب کارڈ بعنوان "دنیا آپ کے خوبصورت کردار کی منتظر ہے" تمام شرکاء کو پیش کیا گیا اور اس کا مطالعہ کروایا گیا۔ سب سے آخر میں اجتماعی کھانا پیش کیا گیا جس میں شرکاء کی تعداد تقریباً 70 کے لگ بھگ تھی۔ (مرتب: شہباز نور)

☆☆☆

کلام اقبال

یورپ کی غلامی پہ رضامند ہوا تُو
مجھ کو تو گِلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں
سینۂ افلاک سے آتی ہے صدا سوز ناک
مردِ حق ہوتا ہے جب مرعوبِ سلطان و امیر

(مرسلہ: ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی)

بقیہ: کتاب نما

میں بھی پہلی دفعہ شائع ہوئی ہے۔ ترجمے کا حق جناب مسلم سجاد (نائب مدیر ماہنامہ "ترجمان القرآن") نے ادا کیا ہے اور خوب ادا کیا ہے۔ مصنف خود یہ کتاب اردو میں لکھتے تو عین ممکن انہی الفاظ میں لکھتے۔ اردو میں کتاب کا نام "قرآن کا راستہ" مقرر کیا گیا ہے۔ ناشر ادارے کا نام پتہ یہ ہے: "منشورات، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور" قیمت نہ ہونے کے برابر یعنی صرف ساٹھ روپے۔ کتاب کے پہلے صفحے پر افتتاحی کلمے کے طور پر سورہ مزمل کی آیت نمبر 19 درج ہے ﴿ان ھٰذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا﴾ "یہ ایک نصیحت ہے۔ اب جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ اختیار کرے"۔

بقیہ: تجزیہ

کہ یہ دونوں ممالک بھی اپنے مسائل پر امن طریقے سے حل کر کے اچھے ہمسایوں کی طرح رہیں۔ تجارت اور صنعت و حرفت میں ایک دوسرے سے تعاون کریں تاکہ یورپ اور امریکہ والے ان کا خون نہ چوس سکیں۔ یہاں یہ بات عرض کر دینا بے جا نہ ہوگا کہ کشمیر کو متنازعہ مسئلہ کی حیثیت سے چھوڑ دینا انگریز کی سوچی سمجھی سکیم بھی ہو سکتی ہے تاکہ یہ دونوں ممالک مل کر ایک قوت نہ بن جائیں اور جنوبی ایشیا میں مغرب کے مفادات کو زک نہ پہنچے۔ جذباتی اور اشتعال انگیز باتیں کرنا آسان بھی ہوتا ہے اور مشہوری مفت کی ہو جاتی ہے لیکن اس کے نتائج کبھی بھی اچھے نہیں نکلتے۔ دونوں ممالک کے عوام اور خواص کو یہ سوچ اپنانا ہوگی کہ ایسی پالیسی بنائی جائے جس سے یہ خطہ امن کا گہوارہ بن جائے۔ آنے والی نسلیں بھوک، افلاس اور بیماری سے نجات حاصل کر سکیں اور ہم یورپ اور امریکہ کی بلیک میلنگ سے نجات حاصل کر سکیں۔ خصوصاً بھارتی حکومت اور دانشور غور کریں کہ آج کے جمہوری دور میں عوامی رائے کو کس حد تک دبایا جا سکتا ہے اور وہ کب تک مسئلہ کشمیر کے بارے میں ہٹ دھرمی اختیار کر کے وادی کشمیر کو خون سے رنگین کرتے رہیں گے۔

”یہ ایک نصیحت ہے“

نئی کتاب کا تعارف

یہ نصیحت کیا ہے؟ زیرِ نظر کتاب اسی سوال کے جواب کی جستجو میں لکھی گئی ہے۔ جب مصنف نے جستجو کا سفر شروع کیا تو برسوں کے غور و فکر اور شبانہ روز ریاضت کے بعد چند حقائق و مسلّمات سامنے آئے۔ یہ کتاب اُنہی حقائق کی تشریح ہے۔ ان میں سے بعض کا خلاصہ یہ ہے:

اول: ہماری زندگیاں بے مقصد رہیں گی اور تباہ ہو جائیں گی' اگر انہیں اللہ کے کلام یعنی قرآن پاک کی رہنمائی میں نہ گزارا گیا۔

دوم: قرآن خدائے حی و قیوم کی تا ابد ہدایت کی حیثیت سے آج بھی ہماری زندگی سے اتنا ہی متعلق ہے جتنا چودہ صدیاں قبل تھا اور ہمیشہ رہے گا۔

سوم: قرآن کی برکات کسی نہ کسی مفہوم میں' اور کسی نہ کسی مقدار میں' آج بھی ہمیں اُسی طرح حاصل ہونے کا حق ہونا چاہئے' جس طرح اس کے اولین مخاطبین کو حاصل ہوئیں' اس شرط کے ساتھ کہ ہم بھی اس طرح اس کی طرف آئیں اور اس کے اندر سفر کریں کہ اس کی قیمتی فصل میں حصہ پانے کا واقعی استحقاق حاصل ہو۔

چہارم: ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ قرآن پاک کی تلاوت کرنے' حفظ کرنے اور سمجھنے کے لئے دل و جان سے وقت دے۔

پنجم: قرآن جو کچھ بھی کہے' ایک شخص کو اپنے قول و فعل' ہر لحاظ سے اپنے آپ کو اُس کے آگے سپر انداز کر دینا چاہئے۔ اپنی بڑائی کا احساس' خودسری کی کیفیت' کوئی تحفظ یا ایسی جدت جس سے غلط مفہوم نکلے' قرآن کا فہم حاصل کرنے کی کوششوں کے لئے سم قاتل ہے۔ اس طرح اس کی برکات کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

ششم: قرآن کا راستہ' اپنے آپ کو اس کے آگے ڈال دینے کا' اور جو کچھ وہ بتائے' اُس پر عمل کرنے کا راستہ ہے' خواہ کسی نے ایک آیت ہی سیکھی ہو۔ ایک آیت جس کو سیکھ کر اُس پر عمل کیا جائے' ایسی ہزار آیات سے بہتر ہے جن کی خوب صورتی سے وضاحت کی گئی ہو' لیکن جس نے قاری کی زندگی کو کوئی حسن نہ عطا کیا ہو۔ درحقیقت فہم قرآن کی شاہ کلید' اطاعت و فرمانبرداری ہے۔

یہ اور اس طرح کے دوسرے حقائق و مسلّمات کی تشریح کے لئے کتاب سات ابواب پر منقسم ہے۔ ہر باب میں اس سفر کے کسی مختلف پہلو کو بیان کیا گیا ہے۔ پہلا: ہماری زندگیوں کے لئے اس سفر کے کیا معنی ہیں۔ دوسرا: آغازِ سفر سے پہلے' دل و دماغ میں کیا زادِ سفر جمع کریں۔ تیسرا: اپنی ذات کی مکمل شمولیت کے لئے دل و دماغ اور جسم کے کیا اطوار و اعمال ناگزیر ہیں۔ چوتھا: تلاوت کے لئے کن آداب کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ پانچواں: فہم قرآن' کیوں اور کیسے؟ چھٹا: اجتماعی مطالعۂ قرآن کس طرح کیا جائے؟ ساتواں باب: قرآن کے مشن کی تکمیل کے لئے اپنی زندگیاں عملاً پیش کرنے کی ضرورت۔ سات ابواب میں ان مسلّمات و حقائق کی خوبصورت شرح کے بعد' آخر میں دو ضمیمے شامل کئے گئے ہیں۔ ایک ضمیمے میں قرآن کے بعض مخصوص حصوں کے بارے میں رسولِ اکرم ﷺ کے ارشادات جمع کر دیئے گئے ہیں۔ دوسرے ضمیمے میں انفرادی اور اجتماعی مطالعے کے لئے نصاب تجویز کئے گئے ہیں جو بہت سے لوگ مفید پائیں گے اور مطالعے کی بعض معاون کتابوں کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔

پوری کتاب کا محور مصنف کے اپنے الفاظ میں یہ ہے:

”آج ہمارے پاس وہی قرآن ہے۔ اس کے لاکھوں نسخے گردش میں ہیں۔ گھروں میں' مسجدوں میں' منبروں سے دن اور رات مسلسل اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ اس کے معنی و مطالب کے جاننے کے لئے تفاسیر کے ذخیرے موجود ہیں۔ اس کی تعلیمات کو بیان کرنے کے لئے' اور ہمیں اس کے مطابق زندگی گزارنے پر آمادہ کرنے کے لئے' تقاریر کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہے۔ لیکن آنکھیں خشک رہتی ہیں' دلوں پر اثر نہیں ہوتا' دماغوں تک بات نہیں پہنچتی' زندگیوں میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ ایسا لگتا ہے کہ ذلت و پستی قرآن کو ماننے والوں کے لئے لکھ دی گئی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ اب ہم قرآن کو زندہ حقیقت کے طور پر نہیں پڑھتے۔ یہ ایک مقدس کتاب ضرور ہے' مگر ہمارا خیال ہے کہ یہ ہمیں صرف ماضی کی باتیں بتاتی ہے...... کافروں کے بارے میں' مسلمانوں کے بارے میں' عیسائیوں اور یہودیوں کے بارے میں' مومنین اور منافقین کے بارے میں...... وہ جو کسی زمانے میں ہوتے تھے۔ کیا آج صدیاں گزارنے کے بعد بھی' قرآن ہمارے لئے اسی طرح طاقت بخش ہو سکتا ہے' جیسا وہ اُس وقت تھا؟ یہ اہم ترین سوال ہے' جس کا ہمیں جواب دینا ہے۔ اگر ہم قرآن کی رہنمائی میں اپنی تقدیر کی ازسرنو تعمیر کرنا چاہتے ہیں تو!

اس کتاب کے فاضل مصنف محترم خرم مراد (1932-1996ء) پیشے کے لحاظ سے ایک انجینئر تھے۔ انہوں نے نوجوانی ہی میں قرآن کے پیغام کو سمجھا' اُس کی دعوت کو قبول کیا اور ساری زندگی اس پیغام کو پھیلانے اور اس کی دعوت کی طرف بندگانِ خدا کو بلانے میں لگے رہے۔ پاکستان' بنگلہ دیش' ایران' سعودی عرب' برطانیہ' امریکا جہاں بھی رہے' جہاں بھی گئے' اپنے مخاطبین کو تیار کیا کہ زندگی' وقت' صلاحیت' مال و جان' سب کچھ اللہ کی راہ میں لگا کر' اللہ کی رضا اور جنت کے حصول کا راستہ اختیار کریں۔ یہی مسلمانوں کے لئے کامیابی اور عروج کا راستہ ہے۔ اس راستے پر چلنے کے لئے قرآن سے تعلق قائم کریں' جس کے لئے یہ کتاب رہنما ہے۔

محترم خرم مراد مرحوم کی مقبول ترین اور موثر ترین کتاب Way to the Quran ہے۔ اس کتاب نے دنیا کے ہر حصے میں نوجوانوں کو' مردوں کو اور عورتوں کو قرآن سے مضبوط بنیادوں پر تعلق اُستوار کرنے اور اس کی رہنمائی میں زندگی گزارنے پر آمادہ کیا۔ اب یہ کتاب اردو

(باقی صفحہ 15 پر)

لمحۂ فکریہ

پاکستان

پختون رہنما ولی خان نے ایک مرتبہ فقرہ چست کیا تھا کہ ”پاکستانی کوئی قوم نہیں' بلکہ ایک ہجوم ہے جو برعظیم کی تقسیم کے نتیجہ میں حادثاتی طور پر جمع ہو گیا ہے اور جنہیں جرنیلوں نے مسئلہ کشمیر پر بھارت کے ساتھ محاذ آرائی کے بل پر یکجا رکھا ہوا ہے۔ اگر یہ سرد جنگ دوبارہ شدت اختیار کر جاتی ہے تو بھارت کی روایتی فوج' پاکستانی فوج کو شکست فاش سے دوچار کر دے گی۔ معاشی ابتری اور جرنیلوں کا زوال پاکستان کو دوبارہ ہجوم میں بدل دے گا اور بقیہ بڑے بڑے طاقتی مراکز' جاگیردار' صنعت کار' بیوروکریٹ اور اسلام پسند باہم دست و گریباں ہوں گے۔“

دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ نے اسلام پسندوں کی طاقت ختم کر دی ہے جس کے بعد صنعت کار' جاگیردار اور بیوروکریٹ میدان میں ہیں۔ پاکستان کی 70فیصد اراضی کے مالک دو ہزار خاندان جو چاروں صوبوں پر چھائے ہوئے ہیں' کشمیر سے واپس آنے والے مجاہدین کو اپنے لئے بھرتی کر رہے ہیں۔ جاگیرداری کے شکنجے میں کسا پاکستان دوسروں کی نسبت اپنے لئے زیادہ خطرے کا باعث بن رہا ہے۔ تاہم یہ دیکھنا باقی ہے کہ پاکستان کا ایٹمی اسلحہ کس کے ہاتھ آتا ہے!

(نیوز ویک' ستمبر 16-23 2002ء)

☆ کیا اقساط کا کاروبار نا جائز ہے؟ ☆ کسی کو بد دعا دینا گناہ تو نہیں؟

☆ کیا افغانستان میں طالبان کی حکومت ''اسلامی حکومت'' تھی؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درسِ قرآن کے بعد محترم ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س: آپ کے نزدیک اقساط کا کاروبار کیوں غلط ہے؟ کیا اس میں سود ہے؟ جبکہ کچھ علماء اس کو جائز قرار دیتے ہیں؟

ج: آپ کی یہ بات صحیح ہے کہ ہماری فقہ میں یہ چیز جائز ہے کہ بالفرض ایک گلاس آپ ابھی نقد لیتے ہیں تو دس روپے کا ہے اور اگر آپ ایک مہینے کے بعد ادائیگی کریں گے تو گیارہ روپے قیمت ہوگی۔ بعض علماء اسے جائز قرار دیتے ہیں اور اس کی بنیاد پر انہوں نے جو نظام بنایا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ غیر سودی ہے' میرے نزدیک یہ سود ہے۔ آپ دلیل سے اس کو سمجھئے کہ آخر یہ اضافی ایک روپیہ کس چیز کا ہے۔ یہ ٹائم کے Against ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے آپ نے کسی کو یہ دس روپے کا مال قرض دے دیا' اور اس سے جو گیارہ روپے لئے ہیں اس میں ایک روپیہ اس قرض کے حوالے سے سود ہے۔ چاہے اسے آپ قسطوں میں تقسیم کر لیں لیکن سود تو سود ہی رہے گا۔

س: کیا کسی کو بد دعا دینا گناہ ہے؟

ج: بد دعا دینا گناہ نہیں ہے' بشرطیکہ وہ آپ نے جائز دی ہے۔ فی الواقع آپ پر ظلم ہوا ہو' زیادتی ہوئی ہو' تو آپ بد دعا دے سکتے ہیں۔ حضور ﷺ نے کفار کو بد دعا دی ہے ''اللہ ان کے ٹھکانوں کے اوپر پتھراؤ کر دے...... ان کی جمعیت کو پریشان کر دے...... ان کے گھروں کے اوپر پتھراؤ کر''۔ اس لئے بد دعا دینا کوئی گناہ نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ نے خواہ مخواہ بد دعا دی' کسی کا کوئی جرم نہیں ہے' کسی نے کوئی زیادتی آپ پر نہیں کی' تو وہ غلط ہے' اس کا گناہ آپ کے حساب میں درج ہو جائے گا۔

س: آپ نے ایک پروگرام میں کہا تھا کہ یہودی و نصرانی علماء کا کہنا ہے کہ وحی بالمفہوم ہوتی ہے جبکہ آپ کا کہنا تھا کہ وحی کے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کے منتخب شدہ ہوتے ہیں۔ میں آپ کی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں بلکہ میرا یقین بھی یہی ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 187 کے اس حصے کی وضاحت فرما دیں۔ ''پھر پورا کرو روزے کو رات کے آغاز تک۔''

ج: رات کے آغاز میں شیعہ اور سنی کے درمیان اختلاف ہے۔ شیعہ یہ سمجھتے ہیں کہ سورج کے غروب ہو جانے کے کچھ دیر بعد رات کا آغاز ہوتا ہے۔ اہل سنت کے نزدیک سورج کا غروب ہی رات کا آغاز ہے۔ یہ Interpretation کا فرق ہوگا' ترجمے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جہاں تک وحی بالمعنی کا تعلق ہے' وحی خفی یعنی جو حضور ﷺ کو الہام ہوتا تھا وہ صرف مفہوم ہوتا تھا' الفاظ نہیں ہوتے تھے۔ وحی جلی' جو قرآن ہے یہ وحی باللفظ ہے۔ یہ الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

س: آپ نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا کہ دو قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ سے چھٹکارے کی نوید دیتا ہے۔ ایک وہ لشکر جو ہند پر حملہ آور ہوگا اور دوسرے وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ مل کر عیسائیوں اور دجال کے ساتھ جنگ کریں گے۔ پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ آج کل کی آرمی جیسا کہ ہم لوگ ہیں' اس لشکر میں کس طرح شامل ہو سکتے ہیں یا یہ کہ اپنی کڑیاں خلافت کے قیام کی جدوجہد کرنے والوں کے ساتھ کیسے ملا سکتے ہیں؟

ج: خلافت کے قیام کی جدوجہد کے لئے تو کڑی مل جائے گی جب آپ ایک ایسی جماعت میں شریک ہوں گے جو خلافت کا نظام قائم کرنے کے لئے جدوجہد کر رہی ہو۔ باقی یہ کہ یہ جب حالات آئیں گے تب بات صاف سمجھ میں آئے گی کہ وہ لشکر کیسے جائے گا تاہم اس وقت تک ہو سکتا ہے کہ پاکستان میں اسلامی نظام قائم ہو جائے اور پھر ایک پیپلز آرمی وجود میں آئے۔ آج ہماری آرمی ایک پروفیشنل آرمی ہے۔ دنیا میں دو فوجیں ایسی ہیں جو کہ پیپلز آرمی کہلاتی ہیں۔ ایک چائنا اور دوسرے اسرائیل کی۔ وہاں ہر شخص فوجی ہے' ہر شخص کو جنگ کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔ عام دنوں میں وہ اپنے کاموں میں لگے رہیں گے' جب ایمرجنسی ہوگی سب کو کال کر لیا جائے گا۔ ہمارا اسلامی تصور بھی یہی ہے کہ ہر مسلمان کو مجاہد ہونا چاہئے۔ اس سے بوڑھے' بچے' عورتیں مستثنیٰ ہیں۔ لیکن جو بھی جنگ کی صلاحیت رکھنے والے ہیں انہیں عسکری تربیت دی جانی چاہئے۔ ہمارے حکمران کیوں اس کو اختیار نہیں کرتے ہیں۔ دراصل انہیں ڈر ہے کہ عوام ہتھیار لے کر ہمارے خلاف نہ کھڑے ہو جائیں۔ لہٰذا وہ اس کو اختیار نہیں کرتے ہیں۔ ورنہ یہ اسلام کے نزدیک بھی صحیح ہے اور دنیا میں اس وقت بھی اس طرح کی دو فوجیں ہیں۔

س: پچھلے اتوار ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی موجودہ مشکلات کا حل یہ ہے کہ ایک اسلامی مملکت وجود میں آ جائے جس کی وجہ سے اللہ کی تائید حاصل ہوگی۔ لیکن اس کی ابتداء افغانستان سے ہوئی تو تھی جہاں پر ایک اسلامی حکومت موجود تھی۔ براہ مہربانی وضاحت فرمائیں۔

ج: دیکھئے افغانستان کے اندر اسلامی حکومت تو قائم ہو گئی تھی' اسلامی ریاست اور اسلامی نظام ابھی قائم نہیں ہوا تھا۔ نوٹ کر لیجئے یہ الفاظ علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اسلامی حکومت تو یہ ہے کہ احکام اسلامی نافذ کر دیئے جائیں۔ جبکہ اسلامی نظام یہ ہے کہ ہر فرد کی کفالت ریاست کے ذمہ ہو۔ یہ نظام تو ابھی نہیں آیا تھا وہاں۔ ہم جب وہاں گئے تھے تو ہم نے دیکھا کہ عورتیں برقعوں کے اندر مانگتی پھر رہی ہیں۔ فقراء بے شمار ہیں۔ کفالت کا کوئی انتظام نہیں۔ اسی طرح اسلامی نظام ریاست کے اندر شوریٰ کا نظام ہوتا ہے جبکہ وہاں ابھی تک کوئی پارلیمنٹ' کوئی مجلس شوریٰ وجود میں نہیں آئی تھی۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق ایک مثالی اسلامی ریاست قائم کی جائے جسے دنیا کے سامنے بطور نمونہ پیش کیا جا سکے۔

اعلان

قارئین نوٹ فرما لیں کہ اس بار یوم یکجہتی کشمیر کے حوالے سے تجزیہ کے زیر عنوان ایک خصوصی تحریر ''ندائے خلافت'' کے زیر نظر شمارے میں شامل اشاعت کی گئی ہے۔ لہٰذا ''امریکی عزائم اور عالم اسلام'' کی اگلی قسط آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

27 جنوری' پیر : گزشتہ روز 26 جنوری کو بھارت میں ''یومِ جمہوریہ'' سخت ترین حفاظتی انتظامات میں جنگی قوت کا مظاہرہ کیا گیا۔ یاد رہے' 26 جنوری 1950ء کو بھارتی آئین نافذ کیا گیا تھا۔ اس موقع پر 80 ممالک کے 170 ارکانِ پارلیمنٹ نے بھی شرکت کی۔ تقریب میں فوجی ساز و سامان کی نمائش کی گئی جس میں براہموس نامی کروز میزائل' اگنی اول' روسی ساختہ 90 ٹی ٹینک' پرتھوی میزائل' طیارہ ہنس اور دوسرے جدید ترین اسلحے کی نمائش کی گئی' جس کا مقصد اپنے پڑوسی ممالک بالخصوص اہلِ پاکستان کو مرعوب کرنا تھا۔ مسلمانانِ کشمیر نے بھارتی یومِ جمہوریہ کا مکمل بائیکاٹ کیا۔ پورے کشمیر میں بھارتی یومِ جمہوریہ کو یومِ سیاہ کے طور پر منایا گیا اور مکمل ہڑتال کی۔ ہڑتال کے موقع پر سری نگر اور دوسرے تمام بڑے شہروں اور قصبوں میں کاروبارِ زندگی مفلوج رہا...... پاکستان کے وزیراعظم میر ظفر اللہ خان جمالی مشرقِ وسطیٰ کے پانچ ملکوں کے دورے پر آئے ہوئے ہیں۔ آج انہوں نے متحدہ عرب امارات کے صدر شیخ زائد سے ملاقات کی۔ دونوں رہنماؤں نے عراق کے خلاف جنگ کی امریکی اور برطانوی دھمکیوں کو مسترد کرتے ہوئے امن کی کوششوں پر زور دیا ہے۔

28 جنوری' منگل: آج اقوامِ متحدہ کے اسلحہ انسپکٹروں کی' عراق میں بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کی تلاش کے بارے میں رپورٹ سلامتی کونسل میں پیش کی گئی۔ چیف اسلحہ انسپکٹر ہینس بلکس اور ایٹمی توانائی کی عالمی ایجنسی کے سربراہ محمد البرادی کی جانب سے اعتراف کیا گیا کہ عراق نے اب تک تعاون کی پالیسی اپنا رکھی ہے۔ ہمیں جہاں جانا ہوتا ہے' وہاں فوراً پہنچایا جاتا ہے۔ ہمیں اپنا کام کرنے کی سہولتیں حاصل ہیں۔ اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان' فرانس' چین اور روس نے کہا کہ معائنہ ٹیم کو مزید وقت دیا جانا چاہئے اور مسئلے کے حل کے لئے کوئی ڈیڈ لائن مقرر کر کے رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہئے۔ اس کے باوجود امریکا نے دعویٰ کیا کہ ہمارا موقف سچ ثابت ہو گیا کہ عراق انسپکٹروں سے تعاون نہیں کر رہا...... مسلم ملک ترکی اور امریکا کے درمیان ایک معاہدے کے مسودے پر اتفاق ہو گیا ہے جس کے تحت عراق پر ممکنہ حملے کی صورت میں 20 ہزار امریکی فوجی ترکی کے علاقے سے شمالی عراق میں داخل ہوں گے...... امریکی صدر بش نے ایک انتہائی خفیہ دستاویز پر دستخط کر دیئے ہیں جس کی رُو سے امریکی افواج کو اُن ممالک پر پہلے حملہ کرنے کا اختیار حاصل ہو گیا ہے جن کے پاس ایٹمی ہتھیار ہیں' یعنی سب سے پہلے پاکستان!...... آج معروف مستشرق' دانشور اور محقق ڈاکٹر این میری شمل جرمنی کے ایک ہسپتال میں انتقال کر گئیں۔ انہیں اردو' پنجابی' سرائیکی اور سندھی زبانوں پر عبور حاصل تھا اور اقبالیات کی ماہر تھیں۔ مولانا جلال الدین رومی' منصور حلاج' شاہ عبداللطیف بھٹائی' سچل سرمست' رحمان بابا اور پاکستان کے دیگر صوفی شعراء پر اُن کا کام بنیادی حوالوں کی اہمیت رکھتا ہے۔

29 جنوری' بدھ : افغانستان میں پاکستانی سرحد سے ملحقہ پہاڑی علاقے سپین بولدک میں امریکی و برطانوی افواج اور طالبان' القاعدہ اور حکمت یار کے حامیوں کے درمیان 24 گھنٹے سے جاری شدید لڑائی میں 22 افغان اور چار امریکی ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے۔ پورے علاقے پر امریکی بی ون' اپاچی ہیلی کاپٹروں اور ایف 16 طیاروں سے حملے کئے گئے۔ امریکی فوجی ترجمان نے اظہارِ رائے کرتے ہوئے کہا کہ اینا کونڈا کے بعد ہماری فوج کی سب سے بڑی کارروائی ہے۔ اس کے ساتھ ہی افغانستان کے سرکاری حلقوں کی طرف سے یہ سناؤنی بھی آئی کہ افغانستان کے کوئی 500 دانش وروں اور علمائے دین نے کرزئی کی حمایت کا اعلان کیا...... مشرقِ بعید کے انتہائی سرے پر واقع ایک بہت بڑے اسلامی ملک انڈونیشیا کی سب سے بڑی تنظیم نہضۃ علماء اور دوسری بڑی اسلامی تنظیم ''محمدیہ'' نے عراق پر ممکنہ حملے اور نئے امیگریشن کے پیش نظر امریکی کانگریس کی ناشتے کی دعوت مسترد کر دی..... ہفتہ رواں کے دوران میں دنیائے اسلام کے دشمن نمبر ایک' یہودی ریاست اسرائیل میں انتخابات ہوئے۔ بین الاقوامی دہشت گرد شیرون کی انتہا پسند جماعت لیکوڈ پارٹی' گزشتہ سات سال کے دوران چوتھے انتخابات میں بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی۔ شیرون کی کامیابی پر اسلامی سربراہ کانفرنس مایوس اور عرب لیگ غمگین ہو گئی ہے۔

30 جنوری' جمعرات : بھارت کے یومِ جمہوریہ کی تقریب میں ایرانی صدر محمد خاتمی کی شرکت پر پاکستانی اخبارات میں تنقید کا سلسلہ جاری ہے' حتیٰ کہ مقبوضہ کشمیر کی ایک بڑی سیاسی تنظیم حزب المجاہدین نے کہا ہے کہ خاتمی صاحب نے بھارتی اسلحے کی نمائش دیکھ کر ایران کے واقعے کو دھچکا لگایا ہے' کیونکہ یہ اسلحہ مسلمانوں اور صرف مسلمانوں کے خلاف استعمال ہو گا۔ کشمیری عوام سمجھتے ہیں کہ ایران مظلوم مسلمانوں کا دوست ہے' لیکن انہوں نے ایسے موقع پر بھارت کا دورہ کر کے کشمیری مسلمانوں کے جذبات و مفادات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ یاد رہے کہ دسمبر میں دورۂ پاکستان کے موقع پر صدر خاتمی نے کہا تھا کہ ایران ہر قسم کے ظلم و ستم خصوصاً فلسطین' بھارت اور دنیا کے دوسرے حصوں میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا مخالف ہے' لیکن بھارت کے دورے کے موقع پر انہوں نے کشمیری مسلمانوں کے خلاف مظالم پر اُف تک نہ کی۔ اخباری اطلاعات کے مطابق ایران نے اپنی آبدوزوں کا بیڑا بہتر بنانے کے لئے بھارت کی مدد طلب کی ہے۔ دونوں ملک مشترکہ بحری مشقیں بھی کریں گے۔

31 جنوری' جمعہ : واشنگٹن میں پاکستانی وزیر خارجہ میاں خورشید علی قصوری اور امریکی وزیر خارجہ کولن پاول کے درمیان ملاقات ہوئی۔ پاول نے کہا کہ کشمیر میں کنٹرول لائن سے دراندازی روکنے کے لئے پاکستان کے اقدامات ناکافی ہیں۔ رجسٹریشن قانون کے بارے میں بھی پاکستانیوں کو خصوصی مراعات نہیں دی جائیں گی۔ پاکستانی وزیرِ خارجہ نے کہا پاکستان کی جانب سے کشمیر میں دراندازی نہیں ہو رہی اور رجسٹریشن قانون کے تحت پاکستان کو کچھ مراعات دینے کے لئے مذاکرات جاری ہیں...... امریکا نے وہ شواہد سلامتی کونسل کے اجلاس 5 فروری میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عراق اقوام متحدہ کے اسلحہ انسپکٹروں سے اپنے ہتھیار چھپا رہا ہے۔ عراق نے پھر دعویٰ کیا کہ حملہ کیا تو امریکا کی گردن توڑ دیں گے۔ امریکا نے پھر دعویٰ کیا ہے کہ امریکا سوا دو لاکھ فوج' 850 طیاروں اور 900 ٹینکوں سے حملہ آور ہو گا۔

یکم فروری' ہفتہ : امریکی صدر بش نے عراق کے خلاف ایٹمی ہتھیار استعمال کرنے کا اختیار دے دیا۔ پاکستانی وزیر خارجہ میاں خورشید قصوری نے صدر بش سے ملاقات کے بعد امریکی تھنک ٹینک سے خطاب کرتے ہوئے تجویز پیش کی کہ پاکستان' بھارت اور اسرائیل کو ایٹمی طاقت تسلیم کر کے کلب میں شامل کیا جائے۔

2 فروری' اتوار: عراق کے صدر صدام نے امریکا کو دھمکی دی کہ بغداد پر قبضے کی کوشش کی گئی تو 10 لاکھ امریکی فدائی حملوں سے ہلاک کر دیئے جائیں گے...... آج پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں مرکزی رویت ہلال کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ چاند کی عینی شہادتوں کی روشنی میں اعلان کیا گیا کہ پاکستان میں عیدالاضحیٰ 12 فروری بروز بدھ منائی جائے گی۔

قارئین توجہ فرمائیں

عیدالاضحیٰ کی تعطیلات کے باعث ندائے خلافت کا آئندہ شمارہ شائع نہیں ہوگا۔ قارئین و ایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں۔

حکومت پنجاب کو مبارک باد

تنظیم اسلامی، حکومت پنجاب کو ہدیۂ تبریک پیش کرتی ہے کہ اس نے

شادی بیاہ کی تقریبات

کے سلسلے میں ان تمام تجاویز کو قبول کرلیا ہے جس کے لئے تنظیم کے بانی

ڈاکٹر اسرار احمد

نے گزشتہ تیس سال سے تحریک چلا رکھی ہے.........یعنی

(1) شادی کے سلسلے میں دعوت صرف ایک ہے جو مسنون بھی ہے اور جس کی تاکید بھی نبی اکرم ﷺ نے کی ہے یعنی ''ولیمہ''۔ اس کی اجازت ایک اچھا اقدام ہے —— البتہ ون ڈش اور مہمانوں کی تعداد پر پابندی میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن ایک میٹھی ڈش کی بھی اجازت ہونی چاہئے!

(2) ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے عام تلقین کی جائے کہ نکاح مسجد میں منعقد کئے جائیں۔ اس لئے کہ اس کے لئے نبی اکرم ﷺ کا ایک حکم بھی ترمذی شریف میں موجود ہے کہ ''نکاح کا اعلان عام کیا کرو اور اسے مسجدوں میں منعقد کیا کرو!'' مزید برآں نکاح کے مسنون خطبے کا ترجمہ بھی جملہ حاضرین کو سنایا جانا چاہئے۔

(3) جہیز خالص ہندوانہ رسم ہے جن کے یہاں وراثت میں لڑکی کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ جبکہ اسلام میں لڑکی بھی وراثت کی حق دار ہے — نبی اکرم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کے لئے جو سامان تیار کرایا تھا وہ جہیز نہیں تھا بلکہ ان کے مہر کی رقم سے تھا جو حضرت علیؓ نے پیش کی تھی! اس کی نمائش پر تو فوری پابندی لگا دی جائے۔ ویسے ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس کے خاتمے کی کوشش کی جائے۔

Vol:12 Regd. No.LRL-50 No.6

Weekly *Nida-e-Khilafat* Lahore

ISLAMIC RENAISSANCE

DR. ALI ASIF

The present age can be described as the predominance of western dictatorship.The muslims all over the world are in a devastating mood over the current United States atrocities against muslim "Ummah". It is a question in the mind of all muslim individuals that why uncle sam is on top of us and why can't we teach them the lesson. Being the beloved nation of GOD, muslim ummah's morale is as low as ever.

It is here the question arises. Are we entitiled to be beloved one? Do we follow the jamaat of Prophet (SAW), sahaba karam , and tabae'en. Are we the followers of the book of GOD.... absolutely not. Then why we are crying all around..

With all of this, the renaissance of Islam though slow had already started . If we look at the past century , we see that Pakistan has given the glimpse of Islamic revival through Iqbal, Maududi, Israr Ahmad.

They implanted the tree though may not eat the fruit but the tree is growing and will bear fruits, Insha Allah. We have to look after it. The Qur'anic thought of Maulana Maududi and Dr Israr is gaining popularity day by day not only in Pakistan but abroad and their efforts will be rewarded soon.

Islamic renaissance depends on only one saying of GOD ,"And grab the rope of Allah (Qur'an) and do not sow dissension among yourselves." The process is started at individual, family, mahalla levell and so on . The most important first step is the revitalization and revival of faith "imaan" in the Muslims. We believe through our tongue but not by heart. Once the faith is deep in hearts, the scenario will start changing.

Qur'an is the hallmark of revival of Iman. It is the rope of God , has guidance for us in every field of life .So the book of God should be learnt and implemented not just wrapped in a piece of cloth and placed at high place. Every mean should be employed using all modern technology for understanding and spreading the wisdom of Quran. Arabic should be learnt, besides western theories .Both are essential to comply with deen and dunya, in this life.

"Do not sow dissension among yourself "(La Tafaraquu), is said in Qur'an. So we need unity in order to follow Qur'an, meaning to get united under a leader and become a Jam'at.

Women also have indispensable and vital role in the rebirth of Islam. They should have equal oppurtunities of gaining education and working in their respective areas. The debate going over hijab whether covering of face is essential or not, should be left for some later stage. First there should be recogrition of Islamic Laws an values.

For "Jihad" meaning to struggle fo the implementation of Islamic rules a well disciplined party is neede but not for killing of non Muslims i the first place. So we should not b encouraged for qitaal, rather shoul do jihad through tongue , pen an money against ones own self an the system. we cannot fight agains daisy cutters, but there can be struggle to implement Islam in ou own land.

E-mail: ali_bond79@yahoo.com

تنظیم اسلامی کا اِن پاکستان

اجتماع

ان شاء اللہ العزیز

23 تا 25 فروری فردوسی فارم دراجکے (نزد سادھوکے) میں ہوگا

پروگرام کا آغاز

23 فروری بروز اتوار' نماز عصر (4:30 بجے) سے ہوگا

اور یہ اجتماع 25 فروری بروز منگل نمازِ ظہر تک جاری رہے گا۔

☆ فروری کے اواخر میں رات کے وقت موسم کافی سرد ہوتا ہے لہٰذا شرکاء سے درخواست ہے کہ اوڑھنے کے لئے کمبل ضرور ساتھ لے کر آئیں۔

☆ اس اجتماع میں خواتین کے لئے کوئی انتظام نہیں ہوگا لہٰذا اُن سے پیشگی معذرت ہے۔

تمام ملتزم و مبتدی رفقاء سے گزارش ہے کہ وہ
اس اجتماع میں اپنی شرکت کو یقینی بنائیں!

نوٹ: سادھوکے لاہور اور گوجرانوالہ کے درمیان قریباً وسط میں واقع ہے۔
اجتماع گاہ (دراجکے)' سادھوکے سے 4 کلومیٹر کے فاصلے پر بیگ پور کی جانب واقع ہے۔

المعلن: اظہر بختیار خلجی' ناظم اعلیٰ' تنظیم اسلامی پاکستان

67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ' لاہور فون: 6316638-6366638